



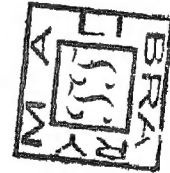
شرابِ ناب ہے ہر رنگ کی اپنے پیالے میں  
وہ طرہ کون سا گل میں ہو کیا ہوشِ بخلائے میں

# آل انڈیا مشاعرہ

منجانب

## انجمن خیابان اردو

انٹرمیڈیٹ کالج مسلم یونیورسٹی علی گڑھ  
مرتبہ



### احسن مارہروی

لکچرار اردو و پریسٹنٹ ڈائریکٹل سوسٹی کالج

باہتمام

محمد مقتدی خاں شروانی

مسلم یونیورسٹی پریس علی گڑھ ۱۹۲۸ء  
نویسہ فاضلہ

قیمت ۶۰

باراول

12779

M.A.LIBRARY, A.M.U.



U12669

CHECKED-2002

# رونداد

مشاعرہ کی جو ترکیب آج تمام ہندوستان میں دیکھی جاتی ہو اس کی ابتدائی صحیح تاریخ کتابوں میں نہیں ملتی۔ فارسی تذکروں سے اتنا پتہ چلتا ہو کہ مختلف زمیوں میں شعر خوانی کے لئے جہاں چند شعرا جمع ہو جاتے تھے اُس صحبت کو مشاعرے کے نام سے منسوب کیا جاتا تھا۔ آج کل کی طرح اُس نشست میں کسی خاص قافیہ و ردیف کی قید اور مصرع طرح کی پابندی سے غزلیں نہیں پڑھی جاتی تھیں بلکہ ہر شاعر اپنی پسند سے اپنے منتخب اشعار سُنا کر سخن آفرینی کی داد لیا کرتا تھا۔

اکثر معاصرین شعر کی بعض غزلیں ایسی پائی جاتی ہیں جو ایک ہی طرح میں کہی گئی ہیں اُن کو دیکھ کر شبہ کیا جاسکتا ہو کہ ان لوگوں نے بیک وقت کچھ کل کی طرف اول سے کوئی مخصوص مصرع مقرر کر کے بطور آزمائی کی ہوگی۔ لیکن کسی تذکرے میں ایسی ہم طرحی انجمن کے انعقاد کا ذکر نہ ہونے سے اس شبہ کو تقویت نہیں ہوتی۔ البتہ یہ ممکن ہو کہ ایک معاصر کی غزل سُن کر دوسرے ہم عصر نے اُسی قافیہ و ردیف میں غزل کہی ہو جسے آج ہم ایک وقت کی فکر سمجھ رہے ہیں۔ اس کے علاوہ متقدمین کے اتباع میں متاخرین کی بھی ہم طرح غزلیں اکثر ملتی ہیں اُن پر بھی مشاعرے کا اطلاق نہیں ہو سکتا۔

موجودہ طرز مشاعرہ کا اختراع و احباب ہندوستان کے اردو شعرا کی ہجرت آفرینی کا نتیجہ معلوم ہوتا ہو اور وہ بھی وئی۔ حاتم۔ آبرو اور آرزو کے بعد میر تقی میر اور اُن کے بعد اکثر تذکروں میں ایسی فصل مشاعرہ کا مذکور پایا جاتا ہو چنانچہ کثرت اشعار میں میر نے اپنے مکان پر بیٹھنے میں دو مرتبہ مشاعرے کے منعقد کئے جانے کا ذکر کیا ہے۔ نیز خواجہ میر درد کی خانقاہ میں بھی شعرا کا اجتماع اور شعر و سخن کے جلسے یادگار زمانہ ہیں۔ اُن کے بعد لکھنؤ میں مشاعروں کے چرچے اور انشاء مصحفی۔ ناسخ و آتش کے سر کے، دہلی میں شاہ نصیر معروف۔ مومن و ذوق اور غالب کی صحبتیں ادب اردو کی تاریخ جاننے والوں پر بخوبی روشن ہیں۔ مولوی کریم الدین نے ربیع ۱۲۶۱ھ

کے یادگار شاعرے کا جو تذکرہ لکھا ہو آج تک زبان زد روزگار ہو حقیقت یہ ہو کہ اُس زمانے میں کیا عام و خواص اور کیا خاص و خواص کیا امر اور کیا فہلا ب کے سب اسی رنگ میں رنگے ہوئے تھے اور ہر گوشے میں یہی بساط سخن بھی ہوئی نظر آتی تھی۔ ان اساتذہ کے بعد اُس دایرہ اور اُن کے معاصرین کا دور آتا ہے جن کی معاصرانہ اور حرفیانہ معرکہ آرائیوں سے ایک عرصے تک رام پو وحید آباد صحبتیں گرم رہی ہیں۔

مشاعرے کے اس ایک صدی بالہ دور نے ایسی صحبتوں اور جلسوں کو ایک مخصوص تقریب کی صورت میں قائم کر دیا ہے۔ جس طرح محرم کی مجلسوں اور میلاد کی محفلوں کو ایشیا اور اعلان کے ذریعے صبح نام نیا جاتا ہو اسی طرح بلا اس بڑا زیادہ خاص و عام اس صحبت سے دل چسپیاں حاصل کرتے ہیں۔ ہمارے زمانہ میں بھی یہ دستور کم و بیش تمام ادبی حلقوں میں پایا جاتا ہو مگر واقعہ یہ ہو کہ آج کل کے مشاعرے ایک طرف تو فریق بندی، جنبہ داری، حد پروری کا شکار ہیں اور دوسری طرف بد مذاقی، خفیت، کھوکھائی اور خود پرستی کا ہدف۔ حقیقت اگرچہ تلخ ہو مگر محض اس بنا پر کہ تلخ ہے اس کے حق ہونے سے کون انکار کر سکتا ہو۔ سودا کی ہجو گونیاں انشا کا تمغہ۔ اسلاف پرستوں کے لئے ضرور محرک عمل و تقلید کو رانہ کے اسباب و علل میں مگر یاد رکھنا چاہئے کہ اُن خوش وقتوں کی ایسی سخن آفرینیاں تفریحی اور وقتی ہو کر تھیں اور جو کچھ وہ زبان سے بیان کیا کرتے تھے اس کا اثر بغض و حسدین کو دلوں میں جاگزین نہیں ہوتا تھا۔ اُسی کے ساتھ ایسے مطائبات و طعنیات میں بھی حق سخن کے لئے اتنے فوائد و نکات چھوڑ جاتے تھے جن کے ذریعہ سے اہل ادب کو معلومات کا کافی سرمایہ ہاتھ آ جاتا تھا۔

شاعری کی تعریفیں مشرقی اور مغربی اہل ادب نے اپنے اپنے مذاق کے مطابق مختلف عنوانوں سے کی ہیں جن میں بکثرت تضاد و تحالف نظر آتا ہو۔ یوں ہمہ اس کی لطف اندوزی اور دل کشی سے کسی کو انکار نہیں۔ مجھے سب سے زیادہ جو تعریف پسند ہو وہ اس پرانے ہندی متولے میں مضمر ہے یعنی ”رائی کو پریت بنانا“ اس لطیف استعارے کو موجودہ مذاق کے مطابق ان الفاظ میں ادا کیا جاسکتا ہو کہ شاعری درحقیقت ایک خوردبین ہو جس میں چھوٹی چیزیں بڑی بن کر

نظر آتی ہیں اس کو لوگ مبالغہ کہتے ہیں لیکن وہ مبالغہ نہیں بلکہ اس خود دہین کا اثر ہے اس خیال کے باور کرنے میں کوئی شبہ نظر نہیں آتا کہ شاعری یقیناً ایک مہبت غلطی ہو۔ جس طرح انسان کو دوسری ظاہری و باطنی قوتیں ودیعت کی گئی ہیں ہو وہ اسی طرح ہر فرد بشر کو ملکہ شاعری عطا کیا گیا ہے۔ ہر ذی روح کتم عدم سے اپنے تمام بوارح و اعضا کے ساتھ دنیا میں آتا ہے اور پیدا ہوتے وقت صوت جھن کے سو کسی قوت کو بروئے کار لانے کی قابلیت نہیں رکھتا لیکن گھنٹوں، دونوں، ہفتوں، مہینوں اور برسوں کے ختم ہوتے ہوتے باصرہ - ذائقہ - لامسہ - سامعہ - اطقہ - اسکہ - شامہ - حافظہ - مدرکہ غرض کہ تمام حیات کا دور دورہ شروع ہو جاتا ہے اگر کوئی مرض لاحق نہ ہو جائے اور اہل تقدور اپنی قوتوں کو ان کے مقدرات کے مطابق معطل نہ رکھے تو یہ تمام احساسات حسب حیثیت اپنے ارتقائی درجے طے کرتے رہتے ہیں اور جن جن قوتوں کی مشق جاری رہتی ہو وہ روز افزوں ہوتی رہتی ہیں۔ غالباً ان شماروں کے بعد کسی صراحت یا تمثیل کی حاجت نہ ہوگی۔ ہر شخص جانتا ہے کہ ماٹھ پاؤں، آنکھ، کان جس کام کے لئے بنائے گئے ہیں اگر ان سے وہ خدمات نہ لی جائیں تو ان کا وجود تو باقی رہتا ہے مگر کالعدم۔ یہی کیفیت ملکہ شری کی ہے کہ وہ ہر ذی روح میں موجود ہے لیکن اپنی جہالت اور ناقصیت یا عدم اطلاع سے اگر اس کو متحرک نہ کیا گیا تو یہ صرف ہماری بے حسی ہو نہ قدرت کی بے فیضی۔ یہ بات بھی خصوصیات فطرت میں داخل ہے کہ جس قوت سے جس مقدار میں کام لیا جائے گا اسی قدر اس میں کمی و بیشی ہوتی رہے گی۔ اعضا و قوتوں کے مکمل ہونے سے پہلے مکمل اعضا کی طرح اگر ان سے کام لیا جائیگا تو وہ بہت جلد بے کار ہو جائیں گے یا مکمل ہونے کے بعد مقدار سے زیادہ خدمت سپرد کی جائے گی تو کسی نہ کسی عارضے میں مبتلا ہونا پڑے گا۔ لیکن انھیں قوتوں کو اگر معین اور معتدل حالت میں رکھ کر مشق کی جائے گی تو قوائے انسانی میں نہ صرف پائداری اور استقلال کی نشان پیدا ہوگی بلکہ دوسرے ہم جنسوں کے مقابل ایک امتیازی حیثیت اور ممتاز شخصیت قائم ہو سکے گی جس کی بدولت وہ اپنے فن خاص میں سربراہ و رہنما رہ سکا جائے گا۔

فنون لطیفہ میں شاعری بھی شامل ہو انسانی تمدن و معاشرت کے لحاظ سے اکتساب و استعمال کے لائق ہیں مگر نہ ایسے جن پر زندگی و معاشرت کا انحصار ہو۔ البتہ جس طرح کسی محنت انہماک کے بعد آرام و سکون لازمی ہو اسی طرح اس تسکین و راحت کو پر لطف بنانے کے لئے ایسے تفریحی مشاغل ضروری و مفید مانے جاتے ہیں۔ ان مشاغل کے لئے سب سے پہلے مناسبت طبیعت اور ملکہ و استعداد کی ضرورت ہے۔ اس کے بعد جس طرح اصلی فولاد کے جوہر صقل و جلا سے نمایاں ہوتے ہیں اسی طرح اکتساب و مشق کے ذریعہ سے تولد ذہنی کو ترقی حاصل ہوتی ہے۔ حلق و حنجرہ۔ زبان و دہن ان سب کی مجموعی ترکیب و تخلیق مختلف آوازوں کا خروج اور آہ ضرور ہے مگر ترنم و نغمہ سرائی کے لئے جب تک فن موسیقی حاصل نہ کیا جائے گا ان آوازوں میں کوئی دلکش ترتیب پیدا نہیں ہو سکتی۔

میرا مطلق نظر شاعری کے متعلق یہ ہے کہ شاعر جس کو بجا طور پر مصور کائنات کہا جاتا ہو اس کی قابلیت غیر محدود ہونی چاہئے جس قدر قابلیت وسیع اور نظر بلند ہوگی اسی قدر ایک دقیقہ رس طبیعت بآسانی معنی یاب ہو سکے گی۔

مشرقی شاعری میں پابندی قوانین و بعض اصولی خصوصیات کا انحصار وقت طلب ضرور ہے لیکن یہ پابندیاں اسی لئے لازم کی گئی ہیں کہ خواہ شعرا کے سوا عوام کی ہوسا کی اس فن لطیفہ کو سخیف نہ بنائے۔ تاریخی ورق گردانی کے بعد جس قدر اسلاف پر نظر ڈالی جائے گی تو قدیم شعرا میں سخن پرست تو بے شمار نظر آئیں گے مگر سخن گو محدود و سچہ ہی ہوں گے۔ بخلاف عہد متاخرین کے کہ شعرا کی تعداد بڑھتے بڑھتے حد سے متجاوز ہو گئی ہے۔ اس افراط و تفریط میں یہی نکتہ ہے کہ جب تک شاعری ان افراد کے لئے مخصوص رہی جو جامع العلوم تھے اس وقت تک شعرا کی تعداد نہایت محدودوں حد تک قائم رہی۔ اور جب کم علم شعرا نے بھی آزادی سے یہ پابندی اختیار کی تو شاعری کی منزل مقصود قافیہ پائی تک محدود ہو گئی۔ یہ کیفیت اس وقت کی ہے جب کہ قافیہ ردیف۔ صنائع و بدائع اور استعارہ و تشبیہ غرض کہ تمام قیود و ضوابط کا التزام بطور فرض

واجب کے تھا۔ اب کہ مشرقی علوم و فنون کی ورق گردانی برائے نام امتحانوں کے گھنٹوں تک دگنی ہو  
شاعری کی پرانی بندشوں کو توڑ کر موجودہ شعرا کو زیادہ مطلق العنان بنا دیا گیا ہے۔ خلاصہ کلام یہ  
ہے کہ اگر عصر حاضرہ کی غیر مقید شاعری بھی قدما کی طرح مخصوص حیثیت اور نمایاں شخصیت والوں  
کے لئے رزرو (محفوظ) ہے تو یقیناً اردو کے لئے طرہ امتیاز ہو۔ ورنہ بقول مرزا غالب کے  
”ایسی شاعری سے کھنڈ کہا بہتر ہے۔“

بعض سخن سنجان حال کی نغمہ سراخیوں میں فارسی و عربی کے نامانوس الفاظ اور ان کی  
مختلف النوع غلط ترکیبیں بکثرت پائی جاتی ہیں اور محض اس آمیزش و افراش کی وجہ سے اس  
نظم کو عام مستمعین میں بعض اوقات شرف خاص حاصل ہو جاتا ہے لیکن درحقیقت یہ تحسین ناشناس  
کوئی وقت نہیں رکھتی۔ ایسی سخن آفرینیوں کو اصطلاح عوام میں بلیغ کہا جاتا ہے جس کو اہل نظر  
فن بلاغت کی توہین سمجھتے ہیں۔ علم بیان و معانی میں فصاحت و بلاغت لازم و ملزوم ہیں یعنی  
فصاحت بغیر بلاغت کے بازاری بول چال ہو اور بلاغت بغیر فصاحت کے بھل۔

ان خیالات سے ممکن ہو کہ بعض اصحاب کو یہ اشتباہ پیدا ہو کہ ہم سرے سے اردو زبان  
کی توسیع یا خیالات کی اصلاح کے مخالف ہیں۔ حاشا وکلا۔ ہمارے نزدیک اگر اردو کو کالی زبان  
ہو اور اس میں ہر قسم کے خیالات ادا کرنے کی صلاحیت پیدا کرنی ہو تو بغیر تجدید و توسیع چارہ نہیں  
لیکن واضح رہے کہ اس تجدید کی بھی تجدید ضروری ہو ورنہ یہ خواب توسیع طلب کثرت تعبیر سے  
بہت زیادہ پریشان کن ثابت ہوگا۔ اس مقصود کے تحفظ کے لئے ضرورت ہو کہ اردو کو اہل ادب  
و متافقتاً باہم مجتمع ہوں اور زبان کی اصلاح اور ترقی کی تدابیر پر غور کریں اس قسم کی کوششیں  
انفرادی حیثیت سے مقبول نہیں ہو سکتیں۔

انھیں اجتماعی صورتوں میں سے ایک صورت کا نام ”مشاعرہ“ ہے جس کا مقصد یہ ہے کہ  
چند سخن گو اور سخن سنج اصحاب جمع ہو کر اشعار سنیں اور سنائیں اور بر محل تحسین اور حسب تخیل نکتہ چینی  
سے زبان کی اصلاح اور مذاق کی درستگی کی خدمت انجام دیں۔



ان امور پر نظر کرتے ہوئے ارکانِ سخن خیابانِ اردو کی خواہش تھی کہ ایک ایسی بزمِ سخن منعقد کی جائے جس میں ہندوستان کے نامور اساطینِ شعر و ادب مدعو کئے جائیں اور ان کی سربراہی میں سخنِ مذکورِ صحیح معنی میں اردو ادب کی اصلاح کی طرف قدم اٹھائے۔ سخن کی ہمیشہ یہ آرزو رہی ہو کہ اپنے ارکان میں ادب کا بلند معیار پیدا کرے اور تنقیدِ عالی کا ذوق برروسے کار لائے چنانچہ اس مقصد کو پیش نظر رکھ کر دارالعلوم علی گڑھ میں ۲۹-۳۰ نومبر ۱۹۲۷ء کو محفلِ مشاعرہ کی ترتیب قرار پائی اور اردو فارسی طرحوں کے علاوہ ایک موضوع (شاعر کا نصیبین) بھی شعرائے نازک خیال کی طبع آزمائی کے لئے مقرر کیا گیا۔

کافی انتظار اور بڑے ارمانوں کے بعد مشاعرے کی تاریخ آئی اور انٹرمیڈیٹ کالج مسلم یونیورسٹی کے آراستہ میز یونین ہال میں مہمانِ عزیز۔ اساتذہ اور طلبائے کالج کیونورسٹی نے جمع ہو کر حاضرین کو اپنے کام سے محفوظ کیا۔

انیسویں صدی عیسوی کے آخر تک بالعموم مشاعرے کی ترتیب اس طرح ہوا کرتی تھی کہ ایک آراستہ مقام پر فرشِ نشست کی جاتی اور بغیر کسی امتیاز و ترتیب کے سامعین و شعرا مل جل کر بیٹھتے اور ہر شخص کے سامنے شمع گردش میں لائی جاتی اس غیر مرتب نشست میں جس کے پاس غزل بہوتی وہ شمع کو دوسرے کی طرف بڑھا دیتا۔ اس ترکیب میں ہم خیالی و مساوات کا سبق ضرور حاصل ہوتا تھا لیکن بسا اوقات شاعر و غیر شاعر کی مشارکتِ نشست نہ صرف بطنی کا باعث ہوتی تھی بلکہ آدابِ کلفت اور اصرار غزل خوانی وغیرہ کے سبب بزمِ مشاعرہ کے جھے ہوئے لطف میں ایسا انتشار پیدا ہو جاتا تھا جس کی وجہ سے مشاعرے کا رنگ بار بار پھیکا پڑ جاتا تھا۔ غرض کہ اسی قسم کے خیالات نے فی زمانہ باشتنائے بعض تمام شہروں میں مشاعرے کی ترتیب بدل دی ہو اور اب عموماً شعرا کے لئے مخصوص اور نمایاں جائے نشست مقرر کی جاتی ہو۔ چنانچہ اسی انداز سے یونین ہال کے بلند چوڑے پردے پر (ڈاؤس) صدرِ مشاعرہ کے ساتھ شعراء و نطق افروز تھے۔ باقی تمام ہال میں کرسیوں اور بنچوں پر سامعین بھرے ہوئے تھے۔ مجمع کی تعداد اتنی

زیادہ تھی کہ ہاں کے بالائی (گیلریز) حصے کے پُر ہو جانے کے بعد بھی اکثر شائقین و سامعین برآمدوں میں کچا کچ نظر آتے تھے۔ غرض کہ جس مقصد کو پیش نظر رکھ کر یہ نرم سخن ترتیب دی گئی تھی اس کے اعتبار سے جلسہ ہر طرح کامیاب رہا اور امید ہے کہ آئندہ انجمن خیابان اردو کی خدمات مساعی کامیاب تر ثابت ہوں گی۔

اس مشاعرے کی ظاہری تحریک و ترتیب اگرچہ مجھ حقیقہ تو قیر سے وابستہ تھی۔ مگر فی الحقیقت جو قوت روح رواں کی طرح اس پیکرِ عمل میں سرایت کئے ہوئے تھی وہ جناب محترم و مفہم قریشی صاحب پرنسپل انٹر میڈیٹ کالج مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کی فرائح و صعلگی بہت افزائی اور بلند نظری تھی جن کے اشارہ چشم نے نہ صرف مجھ تابع فرمان کو نقشِ تسخیر بنا دیا تھا بلکہ دیکھنے والوں نے دیکھا کہ مشاعرے کے مجمع کثیر اور طالب علموں کے جم غفیر کو ان کی جنبش ابر و پیکر تصویق بنائے ہوئے تھی جس سکوت و سنجیدگی سے انہوں نے تا آخر مشاعرہ قائم رہا اس کی مثال تاریخ دار العلوم میں نہیں ملتی۔ مشاعرے کا سلسلہ دو راتوں تک قائم رہا اور اگر بعض ضروری اور تعلیمی پابندیاں عائد نہ ہوتیں تو غالباً یہ دور تسلسل دو راتیں اور لیتا۔

مشاعرے میں میرے معین و مددگار قریب قریب تمام عزیز طالبانِ علم رہے مگر خصوصیت سے انجمن خیابان اردو کے محمد اعجازی محمد مسلم صاحب عباسی اور مسٹر عتیق الدین صاحب مع جملہ اراکین انجمن اور علی الخصوص یونیورسٹی کے عزیز ترین طلاب مشیر احمد صاحب علوی بی اے کلیم الدین صاحب بی اے۔ نظام صاحب بی اے اور مسٹر ابونصر صاحب وغیرہ نے اپنی ان تھک محنتوں اور بے عذر خدمات سے بہت زیادہ تقویت پہنچائی۔ نہایت خلوص اور مومنیت کے ساتھ تمام اعزہ و احباب کا شکریہ گزار رہوں۔

بیرونی جماعتوں کو تکلیف دینے کے بعد جو نازک خدمات خادمان مقامی کے متعلق ہوتی ہیں وہ زیادہ تر معزز جماعتوں کی خاطر و مدارات اور سامانِ آرام و آسائش کی فراہمی۔ اور طعامِ قیام کی ضروریات پر مشتمل ہیں۔ ان کاموں کے لئے جیسے مستعد و وسیع النظر تجربہ کار اور ذوی ہوش

منہ کی نمرت ہو، ایسا وجود بگاسانی اور ہر جگہ موجود نہیں۔ مگر انہیں خیابان اُردو کو اپنی  
 زبان میں لکھ کر پڑھنے والے دوست مولوی محمد حاذق صاحب ایم اے لکچرار فارسی سلم پورہ  
 نے ان کی بے مثال قابلیت نے ہر حسیّت سے ہمواروں کے طعام و قیام کا بندوبست ایسے اعلیٰ  
 بیانیہ پر، خوشامدلی سے فرمایا جس کے شکر کے لئے میرے پاس الفاظ نہیں۔ لہذا  
 ”ماوشی از شنائش حد ثنائے اوست“

مجھے نہ ”ت آمیزہ“ نہ ”تو کہ“ کے شاعر سے کی روداد اور نظموں کا گلدستہ بہت دیر میں شائع  
 ہوا۔ اس وقت یہ تباہی کے اسباب و موانع کا اظہار اور زیادہ مذمت و افسوس کا باعث  
 ہوا۔ اس نے اقوام کی ہر جماعت میں غم و غصہ گرا دیا۔

میر تسلیم نظم ہے جو فراموش یا نہیں آئے  
 یہ قہر ہے کہ وقت نے اتنا ڈال کھینچا کہ جب خوش رو و داو بھی نہیں لکھی جاسکی۔  
 اگر وقت بیکہ بلع سے قہر کے لئے کاپیاں آچکی ہیں اور راقم السطور قطعی کلام سے پہلے  
 ایضاً رشتہ نامی گزشتہ باہر جاریہ دوران سفر میں یہ چند سطریں قلم برداشتہ لکھ کر  
 دریافت ناظرین کے لئے یہ پیش کر رہا ہوں۔ بہر حال  
 مجھ کو مشاعرہ نہ کو میر کہ صاحب میں نے  
 قطرہ قطرہ جو ہوا جمع تو دیوان کیا

اس مشاعرہ میں علاوہ ان بیرونی حضرات کے جن کی نظیں اس مجموعہ میں شامل ہیں ایک خاص  
 اور قابل قدر ہستی اور بھی غرضہ بخش تھی جن کی شہرت کا عمومی آوازہ نظم شاعری کے غرض و اثر  
 میں ”کلامی اردو“ کے نام سے تمام ہندوستان میں پھیلا ہوا جو۔ یعنی ضیاء الملک ملارموزی  
 توحیدی۔ اس شخص النوع نگارش کے لئے بیوقوف اور جامی بلع اعلیٰ بھی خاص شہرت رکھتے ہیں مگر  
 میں اس امتیاز کو ظاہر کرنے کے بعد کہ ملارموزی ہنوز سی سالہ نوجوان ہیں کہہ سکتا ہوں کہ ان کی  
 تحریروں میں جو چنگی۔ متانت، جاذبیت اور کشش پائی جاتی ہے وہ دوسروں میں نہیں۔

میرے اصرار پر ممدوح نے اس مشاعرے میں کسی نظم پڑھنے کے عوض اپنی روش خاص میں  
مشاعرے کی رپورٹ تحریر فرمائی ہے جس کو بغیر تامل و تاویل و ربلا تحریف و ترمیم بجز یہاں نقل  
کرتا ہوں۔ اس نثر شعری کے بعد شعرا کی طبع آزمائیوں کے مطالع میں زیادہ لطف آئے گا۔  
خاکسار

احسن مارہروی

۱۲ جون ۱۹۲۸ء

## مشاعرہ کا علی گڑھ

وہ جو اخباروں میں اعلان ہوا تھا کہ ”مشاعرہ میں علی گڑھ“ ہونے والا ہے سو وہ ۲۹ د  
۳۰ نومبر کی راتوں میں علی گڑھ کالج کی ”المعروف بہ یونیورسٹی“ میں بہ پایا ہو گیا۔ یہ اعلان چونکہ  
ادبیات اردو کے دیرینہ محسن حضرت قبلہ مارہروی احسن صاحب مدظلہ کی طرف سے کیا گیا تھا  
اس لئے جب ہم مشاعرہ میں داخل ہوئے تو ممدوح صدارت کی کرسی سے کرسی ملا کر بیٹھے نظر آئے  
اس سے ایک فائدہ یہ بھی تھا کہ دور بیٹھے واسے کبھی کبھی آپ ہی کو صدر صاحب سمجھ لیتے تھے۔ ایک  
صاحب نے شخص اتنی سی بات پر صدارت کی کرسی سے اپنی کرسی ملا لی تھی کہ شعرا سے غزلیں لے کر  
ایک کے اوپر ایک کر کے رکھتے جائیں بعد میں معلوم ہوا کہ آپ کو اس کا حق تھا۔

اصولاً ہر شخص کو امید تھی کہ اس عظیم الشان مشاعرہ کے صدر بھی کوئی عظیم الشان سلطان الشعرا  
ہی ہوں گے اور ہوا بھی یہ کہ مولانا حسرت موہانی کو صدارت دی گئی لیکن خدا جانے وہ کونسا شخص  
اور ”چکی کی مشقت“ کے باعث تشریف نہ لاسکے تو صدارت کا معاملہ محترم پرنسپل صاحب کو پیش  
کیا گیا اور ”ممتبہ ذرائع“ سے اطلاع ملی کہ عالی جناب پرنسپل صاحب نے صدارت سے صاف

انکار کر دیا لیکن جب ممدوح کو ہر طرح مجبور ہی کر دیا تو آپ نے بھی جھجکا کر افتتاحی تقریر انگریزی زبان میں کر ڈالی۔

مشہور اور قابل ذکر لوگوں میں سب سے زیادہ ہم خاکسار ملازموتزی، ابوالاثرہ جالندھری خفیض صاحب، ایڈیٹر مخزن لاہور، مراد آبادی مولوی بدر جلالی بی لے ایڈیٹر اخبار مدینہ منورہ۔ مراد آبادی حضرت جگر اکبر آبادی، حضرت سیام، تم اکبر آبادی، حضرت ساغر، حضرت دہلوی ساحر، حضرت مرزا پوری صفد صاحب، حضرت باپڑی اطر صاحب، حضرت بی لے ایل بی لے بی لے، صاحب کالج اور یونیورسٹی کی سمت سے حضرت رشید احمد صدیقی ایم لے ایڈیٹر سہیل، حضرت پروفیسر حاذق، حضرت جلیل قدوائی بی لے، حضرت مسعود ذوقی بی لے وغیرہ خاص تھے۔ بڑی خوشی کی بات یہ تھی کہ ان میں سے ہر شخص نے حب توفیق کا گریز نہیں کیا، ہر شخص کی کوشش کی صرف قبلہ احسن صاحب نے اس حرکت سے اظہار بے بسی فرمایا۔

کالج کے آئین و ضوابط میں آیا ہے کہ ہر طلبہ کے شروع میں قرآن مجسم کی تلاوت ہو لہذا عالی قدر صدر نے تلاوت قرآن کا اعلان فرمایا نتیجہ یہ ہوا کہ چند منچیں منڈے طلبہ کو بھی ہاتھ باندھ کر کھڑا ہونا پڑا۔ قاری صاحب کا شاید آموختہ کچا تھا اس لئے وہ جو ایک جگہ بیو لے تو قبلہ احسن صاحب نے بھی تھومینے میں کمی نہ کی۔ پہلے کالج کے طلبہ نے غریب پڑھیں جو بمقدار علم اچھی تھیں۔ ایک طالب علم جواب تک کالج بھر صرف مولانا محمد علی شوکت علی اور ظفر علی خاں ہی کو ”مائیہ ناز“ سمجھے ہوئے ہیں ایک غلط شعر پڑھنے پر روک دئے گئے جس میں ”غلام السیدین“ کا وزن غلط تھا۔

کالج اور یونیورسٹی کے لوگوں میں حضرت مسعود ذوقی، حضرت جلیل قدوائی، حضرت حاذق صاحب، پروفیسر اور حضرت قبلہ احسن صاحب کا کلام بے حد پسند کیا گیا۔ اس کے بعد عجمان شعرا کی باری آئی اور سب سے پہلے وہی ”اودھ کے اہل زبان“ لوگوں کی یادگار کے طور پر حضرت ذرہ

کا پوری کام آئے جنہوں نے پہلے اپنے پاس ایک مراد آبادی اگالان اور ایک گلاس پانی رکھ لیا اور بجائے کرسی زمیں دوز ہو کر بیٹھ گئے اور مٹا پھل پڑے یعنی مطلع ارشاد فرمایا اور تمام اشعار میں کودتے رہے۔ ایک جگہ جب سے تمنہ بھی کال کر ڈال دیا جس کے یہ معنی تھے کہ مجھے سمجھا کیا ہونے لگا لوگوں کی بے مروتی دیکھئے کہ کسی نے اس تمنہ پر نظر بھی نہ ڈالی اور مدوح کبیل سنبھال کر اپنی جگہ پر جا بیٹھے۔

گکانے والے شعراء میں وہی جو مقبول عام خبری کے مشہور ہیں نہایت ان بان سے ایشیج پر تشریف لائے نظم ارشاد فرماتے وقت کہیں کہیں اگر کر خاص دست کو نام لے کر پکارتے اور ڈانٹ ڈانٹ کر پڑھنے کی خدائی فوجدارہ کی خرید توفیق بھی صرف آپ ہی کو حاصل تھی پھر طرفہ یہ کہ آپ ”موسیٰ حوائج ضروری“ سے بھی مرتب ہو کر تشریف لائے تھے چنانچہ کسی پر جو آپ آئے تو نصف سگار پیتے اور نمبر پینے گرم دستانے اس طرح ہاتھ میں لئے ہوئے تھے کہ کہیں کے بڑے ہی ہنر محبتی ہیں جو اپنے ایشیج کے لئے تصویر کھچانے جاتے ہیں پھر کمال یہ کہ دکھلایا کہ نظم سے پہلے دو چار رستے ہوئے الفاظ کی معرکہ الارا تقریر بھی کی۔

جناب مذکورہ کے بعد حضرت جالندھری حفیظ صاحب کا نام ناگاہ جو پکارا گیا تو حاضرین میں ہندو سلم ساد کے رنگ کا شور پیدا ہوا اور جس وقت حفیظ صاحب نے اپنا باسی کلام تازہ لئے میں ارشاد فرمایا تو تحسین و آفریں کے نعروں میں اس کلام سنا محال تھا ہر شخص اپنی جگہ پر بے چین تھا۔ مگر وہ جو کہا ہی کہ ۵

”خدا پنج انگشت کیساں نہ کرد“

تو کالج کے ایک نوجوان پروفیسر بھی تھے جو بس سے مس تک نہ ہوئے البتہ کہیں کہیں ٹانگ پر ٹانگ رکھ کر بیٹھ جاتے تھے گویا ان کے سامنے ان کے اہل و عیال کھیل رہے تھے اور وہ مائے

بزرگی کے ان کی طرف سے اعراض فرما رہے تھے۔

غیر گانے والے شعرا میں حضرت سیاح اکبر آبادیؒ جگر مراد آبادیؒ، حامد سعید خاں، بھوپالی حفیظ جالندھری کا کلام نہایت درجہ پسند و مقبول ہوا۔ خدا اپنے بڑے مولوی صاحب کو ان حرکات سے محفوظ رکھے۔ دوسری رات کو عالی مرتبہ صدر نے بے حد تپاک اور ہمرانی سے ہمانوں کا شکریہ ادا کیا اور ہمانوں کی طرف سے بغیر مشورہ کئے حضرت بدر جلالی ایڈیٹر مدینہ نے بھادوس کے لہجہ میں کالج کا شکریہ ادا کر کے معاملہ طے کر دیا۔

مشاعرہ کو کامیاب بنانے کے لئے حضرات گرامی قدر قبلہ مولوی حسن صاحب مارہرویؒ محترم و مکرم پرنسپل صاحب کالج اور تمام چائے پلانے والے حضرات حامیانِ اردو کے شکریہ کے مستحق ہیں۔ فقط

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## مِصْرَعِ طَرَح

”نہ ہو مکین تو رونق کوئی مکان میں نہیں“

اثرِ خاں صاحب جناب مرزا جعفر علی خاں صاحب لکھنوی

کسی کی یاد ہی شعلہ دل تپاں میں نہیں	نورِ وصل ہو یہ التہاب جاں میں نہیں
شرعِ عشق کی زنجینیاں ہیں نہیں	وہ شمعِ شوق بھکتی ہوئی زبان میں نہیں
نقطہ ہی نہیں دنیٰ اب اس مکان میں نہیں	فریغِ شمعِ حرم دوریِ تباں میں نہیں
ستمِ شریک جو بیدار امتحاں میں نہیں	وہ شورِ تشنہ لبی آہِ ناتواں میں نہیں
تری تلاش کی دشواریاں معاذ اللہ	کہ نامِ نام کو ہوا در نشان میں نہیں
کرمِ مقبول گر لذتِ ستم کے لئے	خطا معاف! مزا عیشِ جاواں میں نہیں
کھارخانہِ رضواں بھی ہو تو دیراں ہی	ترے خیال کا آئینہ حسنِ مکان میں نہیں
یہ کیا سلوک کیا تو نے آہِ نیم شبی	وہ ہو کہ دل میں وہ لذتِ غمِ نہاں میں نہیں
رہنِ منتِ صیاد ہوں کہ لطفِ خلش	صیفِ بلبِلِ مانوس استیاں میں نہیں



یہ طعن سن کے تو اٹھے نگاہ شرم آلود  
تری نگاہ کا عالم شرب کی مستی  
جگر کی سمیت پلٹ جائیں پارہ ہائے جگر  
ہزار رنگ ہیں ہر رنگ میں ہے بے رنگی  
مجھے بتاؤ یہ سونے جستجو کیوں ہے  
چمن نہیں ہے آخر بزم ہے یہ احسن کی

کوئی بھی تیرا سوتری ہوئی کہاں نہیں  
غلط غلط کہ عوامی کسی دکان میں نہیں  
کمی لہو کی ابھی چشم گل فشاں میں نہیں  
ہزار ازہیں جو دھم رازداں میں نہیں  
کوئی جو یوسف گم گشتہ کاڑاں میں نہیں  
غزل ہے دستہ گل دست باغیاں میں نہیں

### احسن مارہروی مہتمم مشاعرہ

نصیب پر چمن دور باغیاں میں نہیں  
مرے نیاز عقیدت ہے وہ ہم آغوش  
نظر ہو، دل ہو، کہ سر ہو، لب لکھیں مگر  
کبھی ہوئی چلی آتی ہے کس لئے دنیا  
یہ پاتا ہوں کہ پامال کن ہے وہ بھی، مگر  
ہمیں کو کچھ نہیں آتا، ہمیں نہکتے ہیں  
بڑا ہے خضر ہے بھی عمر میں بس اس کے سوا  
یہ میرے ضعفِ دل کی قوی ہے ایک لیل  
جوازاً ایک طلسم خیال ہوں احسن

قفس میں رہتے ہیں گویا ہم آئیاں میں نہیں  
تراغور تری خاک آستاں میں نہیں  
عجب گئیں ہے کہ ساکن کسی کماں میں نہیں  
کوئی کشش جو ترے سنگ آستاں میں نہیں  
تھاری چال کے انداز آستاں میں نہیں  
وگر نہ شے کوئی بیکار ایں جہاں میں نہیں  
کرامت اور کوئی پیر آستاں میں نہیں  
کہ طاقت اس کے بیان کی مریاں میں نہیں  
حقیقت کوئی ہستی مری جہاں میں نہیں

اتر محمد فیاض الحی مصلح ریخ آبادی، معلم انٹرمیڈیٹ کالج علی گڑھ

دعا میں رنگ سرت اشرافاں میں نہیں  
نظام حسن کوئی میری آستاں میں نہیں

مرے نصیب کی آئین جہاں میں نہیں  
زبان باں میں نہیں ہے بیان میں نہیں

وہ رنگ ہر مری پس ماندگی قیمت کا  
 ترے شباب کی رنگینیاں معاذ اللہ  
 شعاع مہر یا اک غریب کا مسکن  
 جو میں نہیں ہوں تو یہ قافلہ کی حالت ہے  
 نظر اٹھاؤ بدل و فضا کے شامِ اطم  
 اب اٹھ رہی ہو کسی دئے دستانِ نقاب  
 فلک کے نیچے ہوں و عرش پر ہوا چرخِ چال

کہ جیسے ذرہ کوئی گردِ کاواں میں نہیں  
 لہو کی بوند مرے قلبِ ناتواں میں نہیں  
 یہ اتنا زہی اب بق آشیان میں نہیں  
 کہ رنگِ حسنِ طلب گردِ کاواں میں نہیں  
 کوئی حسین ستارہ اس آسمان میں نہیں  
 جب ایک سالن بھی اس قلبِ توبہ میں نہیں  
 جہان میں تو ہوں لیکن میں آج جاں میں نہیں

### اصغر جناب لوی اصغر حسین صاحب زیری اسٹنٹ کلکٹر میں پوری

نہ ہو جو رحمِ دل برقِ باران میں نہیں  
 مری جیس میں نہیں ترے آستان میں نہیں  
 ریاضِ ہر میں وہ بغیبِ بکس ہوں  
 نگاہِ ناز کے اس تیر کو کہاں ڈھونڈھوں  
 وہ ایک جذبہ کمال جسے اثر کیئے  
 بہارِ جلوہ گل یا بلائے برقِ تیاں  
 نہ پوچھ حال کچھ اس دنِ نساؤ کا  
 حجابِ ایں میں پنہاں ہوا کد کھینچا  
 نمودِ جلوہ سے کانٹے بھی ہیں چمنِ برونش  
 حدیثِ روحِ محبت بیان کیا کیجئے  
 جنوں بے خودی ہوشِ ارمی معاذ اللہ  
 نسیمِ خلدِ مسرت کا ذکر کیا اصغر

نگاہ میں ہیں وہ تشکے جو آشیان میں نہیں  
 ہوائے سحر کہاں ہے کجی میں نہیں  
 کہ بوئے گل کا گردِ میرے آشیان میں نہیں  
 جواب لکھیں میں نہیں ہوا کیاں میں نہیں  
 صد لے دل میں ہوا توں میں افان میں نہیں  
 وہ کیا ہے جو غرضِ فاشا ک آشیان میں نہیں  
 کہ جس کی گرد بھی اب گردِ کاواں میں نہیں  
 مرے یقین میں نہیں جو تری گماں میں نہیں  
 ہزار حیف کہ بلبل ہی آشیان میں نہیں  
 نفس کا دخل سر ایدہ فغاں میں نہیں  
 بہا رانی چمن میں ہم آشیان میں نہیں  
 ہوئے غم بھی مرے کیفِ جاواں میں نہیں

## اٹھر سید عشق حسین صاحب پاٹری منصف یاست جے پور

کوئی علامت ظاہر تپناں میں نہیں  
 کچھ انقلاب بھی بڑا سماں میں نہیں  
 اگر زباں میں نہیں ہوا اثر فغاں میں نہیں  
 ہوئی ہو اب متعدی ہماری بڑا تابی  
 وہ کونسا ہو غم دور و عشق کا عنوان  
 ملی یہ ادھیں اپنی جہ سائی کی  
 مزا ہو عشق میں نہ رہ کے دم بھٹنے کا  
 یہ فکر بھی مجھے گزر گئی غلہ میں کیوں کر  
 جو اس کی چشم فوسوں گریں ہو اثر و غلط  
 شب فراق کی تاریکیاں خدا کی پناہ  
 نہ آب دانہ کا غم تھا نہ برق مباد کا ڈر  
 کچھ اُن کی آنکھ اڑائے گئی کچھ اُن کی دا  
 وہ دینگے اب کے افشائے عشق کا الزام  
 ہمیں اُن کا بھروسہ نہ آسرا اس کا  
 جو اُس کی آنکھیں اُس کی ادائیں شہی ہو  
 ہمارا طالع خفتہ ہو کس طرح بیدار  
 غزل تو لکھی مگر کچھ نہ لکھ سکے اٹھر

دہن میں چھالے نہیں آج زباں میں نہیں  
 کہ تفرقہ کوئی دشمن کے جسم جہاں میں نہیں  
 اثر فغاں میں ہو کیونکہ اگر زباں میں نہیں  
 کہ ضبط راز کی بھی تاب از داں میں نہیں  
 جو نامراد محبت کی داستان میں نہیں  
 کہ نقش سجدہ کوئی سنگ آستان میں نہیں  
 وفا کی شان کوئی مرگ ناگماں میں نہیں  
 کہ زندگی کا فراموش جاوداں میں نہیں  
 مری فغاں میں نہیں کیسے کیاں میں نہیں  
 کہ درد کی بھی چمکاتے تپاں میں نہیں  
 مرنے نفس میں جو حاصل تھی آشتیاں میں نہیں  
 اثر کا نام بھی اب لے لو فغاں میں نہیں  
 کہ بوند بھر بھی ہو چشم خون فشاں میں نہیں  
 بتوں میں مہر و وفا جان تو داں میں نہیں  
 وہ برق میں نہیں لے لے دل تپاں میں نہیں  
 کہ خوابات کو بھی چشم پاسبان میں نہیں  
 مزا زباں میں نہیں دل کشی بیاں میں نہیں

## افضال - افضال حسین صاحب قادری بدایونی متعلم الفائے مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

عبودیت کا تعلق بھی جسم و جاں میں نہیں  
 یہیں عرضِ تمنا نہیں دل بے تاب  
 نہ خوفِ برق نہ صیاد کا کوئی کھٹکا  
 مجازِ ادبِ حقیقت یہ ایک دھوکا ہے  
 نشاطِ روح کہ رنگینی تختِ گل  
 یہ دیکھ کر مرا خط کہہ رہا ہے قاصد سے  
 فریبِ عشق میں آنا نہ بھول کر افضال  
 جو ہم وہ تم ہو کوئی غیر دریاں میں نہیں  
 خوشا کہ طاقتِ گفتارِ باں میں نہیں  
 کہ چار تنکے بھی اب میرے آشیان میں نہیں  
 غلط کہ جلوہ حق پر دہُست میں نہیں  
 بہارِ مجھ سے تو چھوٹی کبھی خزاں میں نہیں  
 کسی کے خون کی سرخی بھی داستان میں نہیں  
 کہ نامِ مہر و وفا آج کل جہاں میں نہیں

## بسم - ممتاز احمد صاحب (دانا پوری) متعلم فورتحہ ایرکلاس مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

ہو ایسی کون سی گردشِ جواں جہاں میں نہیں  
 یہ بنا دل میں نظریں کسی مکان میں نہیں  
 چکائے کون؟ یہ جھگڑا ہو آرزوؤں کا  
 چمن سے دوڑ لگوں سے جدا، صبا سا لگ  
 نہ دیکھی ظاہر و باطن کی ہم نے یک رنگی  
 نظر جو آنے میں شراب ہے ہیں کیوں مجھ سے  
 جو رہ گئے ہیں وہ نقشِ قدم پہ بڑھ آئیں  
 وہ ابتدا پہ ہی خوش، انتہا پہ ہیں غمگین  
 جد اثر سے نہ ہو شرحِ آرزو و بے عمل  
 وہ میرے پاؤں میں ہوگی جواں سماں میں نہیں  
 وہ کیا خدائے بھی بڑھکر ہیج گماں میں نہیں  
 اُمیدِ یاس ہو اور کوئی دریاں میں نہیں  
 قفس کا عالم بے رنگ آشتیاں میں نہیں  
 غلش سی دل میں ہو جنبشِ مکرزباں میں نہیں  
 یہ میری آنکھوں کے تارے تو سماں میں نہیں  
 پلٹ کے تنکے کی قوت تو کاواں میں نہیں  
 مری نظر میں جم ہی، وہم باغباں میں نہیں  
 نہیں ضرور جو رنگینیاں سیاں میں نہیں

## بشیرہ ڈاکٹر محمد بشیر صاحب ساکن شہر اگرہ محلہ حکیمان

خوشی وہ بیچ ہو جیسے قلبے جاں میں ہیں  
اداد ناز و کرشمے گراں بہا سب ہیں  
تمھاری ہانگ سے اے جان اُس کو کیا نسبت  
تمھارے بارے میں خمدار میں ہر ترش  
یہ کیا کہا کہ نہیں کچھ بھی ذکرِ یوسف پر  
ہنرِ مانی و ہنرِ داد کا بھلا پھر خاک  
سنی تھی آگے اذان جب گنگے نماز ہوئی  
فرا جو صبرِ میں اور خامشی میں سے دل  
یہ کیا کہ آگے تم تم سے تو لگے کہنے  
نکل کے آنکھ سے کہتے ہیں اشکِ خوں لود  
بھلا میں چین سے کیا خاک سو دلی قدیں  
چڑھا جو چارے کا نہ سے تو منس کے فرمایا  
بشیروں کی حقیقت کو کیا بیان کرو؟

وہ غمِ فصول ہر جو بخت دشمنان میں نہیں  
حقیر کوئی بھی شوخن کی دکان میں نہیں  
جوابِ تاب ہوا میں ہر مکاشفہ میں نہیں  
وہ کاش تیغ و تبرِ خنجر و سناں میں نہیں  
تھیں حیں ہو فقط اور کوئی جہاں میں نہیں  
بچک کر کی جو تصویرِ مہوشاں میں نہیں  
زیادہ رہنے کی ملت ہی جہاں میں نہیں  
وہ لطف آہ میں شیون میں اور فغاں میں نہیں  
بیرانہ مانے تہذیب اس زبان میں نہیں  
امید رست کی اس گشتی رواں میں نہیں  
شبیتہ تک بھی تو اُن کی مے مکاں میں نہیں  
کہ بعدِ رگ بھی کچھ ذوقِ غرور شاں میں نہیں  
ذرا بھی چین اسے عشقِ گلِ نغاں میں نہیں

## تاج - جناب ظہیر الدین صاحب زبیری میرٹھی

اثرِ زبان میں نہیں درد کچھ فغاں میں نہیں  
گداز دل میں نہیں لطفِ اُستار میں نہیں  
رہا ہو بھی نفس سے تو کیا مجھے صیاد  
تھیں جی لایا یاں تک کہ کون تھا آخر؟

کوئی فرا بھی تو اُن! میری اُستار میں نہیں  
ہنوز کوئی بھی رنگِ اثرِ بیاں میں نہیں  
کہ چار تنگے تھے جو وہ بھی آشیان میں نہیں  
یہ کیا کہا کہ اثرِ مال و نفعاں میں نہیں

نقاب لٹتے ہی دنیا بدل گئی دل کی  
چمن میں اب مجھے چمک نے سی کیا حاصل  
بتا تو گردشِ تقدیر اب کہاں جاؤں  
تری جاؤں سے کچھ اور لطف دے رہا ہے  
کھلے تو کھسے کھلے رازِ حسنِ فطرت کا  
جنابِ خضر مبارک تھیں کو عمر دراز  
کھلے ہیں دنیا جگر کیشی شانِ سولے تاج  
بیان کرنے کی طاقت مری نہاں میں نہیں  
نفس میں اب ہوں میں ایڑ بڑا فانی میں نہیں  
چھٹا نفس سے تو تنکا بھی اشیاء میں نہیں  
جو بات تجھ میں ہو وہ بات سماں میں نہیں  
مرے یقین میں کیا مرو گیاں میں نہیں  
فنا میں ہو جو مرا عمر جاوداں میں نہیں  
بہار ایسی کسی دور گستاں میں نہیں

### نقاب جنابِ ثاقب صاحبِ ایوانی

بقا بھی میں فنا ہو بقا جہاں میں نہیں  
نہیں ہوں میں نہ سہی دل بھی آشیاء میں نہیں  
کیس بکس ہو گروہم میں گیاں میں نہیں  
وہ تشنہ کا میاں ازل ہوں مرے نصیب کا جام  
تعیّناتِ جہان وجود بے معنی  
نظر میں بق کی یا رب کھٹک ہو کھن  
حرم سے شیخِ حرم آئے سر کے بن معلوم  
جو چور امین زخمِ جگر میں نہاں ہے  
یہ عمدہ صلیق ہاں ہاں غلط ہو لے چھند  
منا جو دل تو ہوئی دل کی آرزو آرزو  
وہ تم کہ میں ہوں موقعِ تمھاری صورت کا  
ہمارے عشق کی دنیا ہو اور دنیا میں  
شمار عمر خضر عمر جاوداں میں نہیں  
بل ایک قیدیہ صیاد کے مکاں میں نہیں  
مکان ہی کوئی دُنیائے لامکاں میں نہیں  
تھکے دور میں کیا دور آسمان میں نہیں  
نگاہ ہو تو نظر آئے صاف ہاں میں نہیں  
دبا چھپا کوئی تنکا تو اشیاء میں نہیں  
نشانِ سجدہ کہیں کچھ بُست میں نہیں  
تری نظر میں نہیں چشمِ پاباں میں نہیں  
ترے یقین میں ہاں ہو مرے گیاں میں نہیں  
کیس کی قیدیہ اجڑے ہوئے مکاں میں نہیں  
یہ میں کہ میرا نشان بھی کسی نشان میں نہیں  
جہاں دل ہی جہاں میں مگر جہاں میں نہیں

بہارِ گلشنِ اُمید کا اجر نہ دیکھ  
 چمنِ ایتیری و دروزہ نماںِ خزاں میں نہیں  
 گناہِ مست تری جو کلیدِ قفلِ الست  
 یہ مالِ سرخِ زبانت کی دُکھاں میں نہیں  
 یہ طولِ شامِ شبِ غم کے لئے معاذ اللہ  
 گمانِ صبحِ قیامت مے گماں میں نہیں  
 شکستِ خاطرِ اجابِ جرم ہے ورنہ  
 تالِ نظمِ مری سحرِ راہِ گماں میں نہیں  
 مذاقِ شاعرِ ضعیفی میں حضرتِ ثاقب  
 بہارِ نغمہِ بلبل - گھرِ خزاں میں نہیں

### حامد - جنابِ حامد سعید خان صاحب مددِ بھوپالی

دلِ خیز میں نہیں جانِ ناتواں میں نہیں  
 سکون کا ذکرِ محبت کی داستان میں نہیں  
 میں نہیں تو مزہ بزمِ دلستاں میں نہیں  
 وہ رنگِ سخنِ ہندو شورشِ فغاں میں نہیں  
 مئے نشاط کی وہ کیفِ باریاں نہ سہی  
 مگر بہار کی سوائیاں خزاں میں نہیں  
 نواز لو کہ یہ جو آخری نگاہِ شوق  
 اب اس کے بعد یہ بہت بھی ناتواں میں نہیں  
 تمہارے دے اٹھائے ہوئے پناہیں لیں  
 ستم ہوتی بھی گنجائشِ جہاں میں نہیں  
 عطاءئے غم میں مساوات کیوں نہیں یا رب  
 یہ کیوں بہار کی دیوانگی خزاں میں نہیں  
 کہاں کا سخنِ تاثر کہ ہم غریبوں کی  
 دعا دعائیں نہیں ہوں فغاں فغاں میں نہیں  
 سنبھالتی ہو ہر اک حملہٗ محبت کو  
 وہ ایک لوحِ جوابِ قلبِ ناتواں میں نہیں  
 شبابِ درجہ کی سازشیں! توبہ  
 وہ کون سی جو قیامتِ جہان میں نہیں  
 جہانِ عشق و محبت میں کچھ نہیں حکم  
 دلِ خراب اگر چشمِ خوچکاں میں نہیں

### دولہا - جنابِ علی احمد اللہ صاحب عرفِ دولہامیانِ ایوانی

مئے نشاط و طربِ قیا جہاں میں نہیں  
 فرسے کا دور کوئی دورِ آسماں میں نہیں  
 وہ کون خیر ہو جو گلشنِ جہاں میں نہیں  
 جہان میں ہو مگر پھر بھی نہ جہاں میں نہیں

ترے خیال کو بھی اب خیال جو رہا  
 بجائے پھول ہ تو ری چڑھائیں تبت پر  
 غلط کہ تیغ کی قاتل ادا ہی قاتل ہو  
 ہوئی اسیر نفس کس طرح سے جسم میں روح  
 لگاں سر اب کا ہوتا ہو آپ دریا پر  
 مجھے یہ ضد ہو ملائیں وہ دل سول میسے  
 فنا ہی چیز ہے اس میں ہی لطف ہستی ہو  
 تمام قصہ پارینہ ختم شد و کھلا

ذکرہ - جناب مجید علی صاحب محرر مسٹری وی ڈیوڈ سیرسٹر عدالت کا پور

تو اس میں میں نہیں ہو تو آسمان میں نہیں  
 یہ کون کہتا ہو جلوہ ترا جہاں میں نہیں  
 فنا کی منزلیں طے کر رہا ہوں ہستی میں  
 چھڑک کے ناگ پاشاں وہ مجھ میں بولا  
 کسی کے جلوے سے رہتا ہو یہ سدا آباد  
 رہی جہاں میں بے خوف آشیانہ لے  
 ہمارا داغ جگر دیکھ کر وہ کہتے ہیں  
 پسند کئے تھیں دل سے اہل ہند سے  
 سوال صریح بت بن گئے وہ شان خدا  
 مریض غم کا وہ چہرہ دکھانے کہتے ہیں  
 کہاں پہ بیٹھ گئے ہم دھڑکتی گلیں

قیام تیرا بجز دل کسی مکان میں نہیں  
 ہمارے دل میں نہیں تو کوئی مکان میں نہیں  
 جہاں میں بھی ہوں لیکن کسی جہاں میں نہیں  
 چمکے کت فلک تیری کسکش میں نہیں  
 مکان دل میں ہو جو کچھ وہ لامکان میں نہیں  
 کہتی جو لاگ وہ اب اپنے آشیانہ میں نہیں  
 کہ ایک پھول کوئی ایسا گلستاں میں نہیں  
 سنا ہو کہتے ہیں اردو زبان باں میں نہیں  
 خموش ایسے ہیں گویا زبان باں میں نہیں  
 کہ زردی ایسی کسی کشتِ عفران میں نہیں  
 کہ چار تنکے بھی اب اپنے آشیانہ میں نہیں



عجیب دے سخن ہو تھائے مدد کی  
 ہر روشنی یوں میں تری سکونت تو  
 ہر سوز ساز کے عنوان سے یک کلمہ مرقوم  
 زمیں سے کہتا ہے جھک جھک کے چرخ پر ہنوز  
 چھپی ہوئی ہر مری جان تعاریٰ ہاں میں نہیں  
 نہ ہو مکین تو رونق کوئی مسکایاں میں نہیں  
 وہ کون ہو گے جو میری داستان میں نہیں  
 کہ ٹھٹھکے سے ڈرے گا جسیٰں میں نہیں

### راز۔ جناب قدرت احمد صاحب از متعلم میرٹھ

ترا جواب مری جان و جان میں نہیں  
 ٹپکے آنکھ سے کچھ اشک ہی کریں اٹھا  
 نہ جو بدل میں محبت تو بے چراغ ہو گھر  
 چلے چلو کہ ذرا دیکھ لیں علی گڑھ بھی  
 خدا کے فضل سے ہو رنگ پر ترا ہر گل  
 وہ کون گل ہے جو بیاخندہ زن نہیں ہوتا  
 اگر کوئی ترے اشیخ پر کرے تقریر  
 خلوص، مہر و محبت، صداقت و ہمت  
 چین کی سیر جو کی بلبلوں کو کہتے سنا  
 خدا رکھے یہ علی گڑھ وہ آدمی گری  
 یہ حسن وہ ہے کہ کنگاں کے نوجواں میں نہیں  
 بیانِ حال کی طاعت مری زبان میں نہیں  
 نہ ہو مکین تو رونق کوئی مکان میں نہیں  
 سنا ہو گے جو اباس کا اس جہاں میں نہیں  
 سدا بہار ہو کھٹکا تجھے خراں میں نہیں  
 وہ کون طوطی ہو کہ یا جو توں میں نہیں  
 کسی مقام پہ بچھلے گا وہ جہاں میں نہیں  
 وہ کون صفت ہو جو تیری جہاں میں نہیں  
 یہ وہ بہار ہو جو اور گلستاں میں نہیں  
 جو یہ نہ تو پھلے راز ہم جہاں میں نہیں

### لسان الملک حضرت ریاض خیر آبادی

کہا جو میں نے چھپی ہے کسی کی ہاں میں نہیں  
 سُنے تھے نغمہ ناتوں دیر میں ہم نے  
 خدا ہی ہو جو میں مجھ کو قافلے والے  
 وہ بولے جھوٹے ہم میں گئی نہیں  
 اثر فریب رنگینیاں اذان میں نہیں  
 میں گم شدہ ہوں مہر میں کئے زان میں نہیں

تفس کہ چھوڑ کے سوئے چین جاے برق  
کچا رتنکے ہیں کچھ اور آئیناں میں نہیں  
سہلے کیوں تری آنکھ میری آنکھوں نہیں  
جو اس میں ہو مے ساقی کسی دل میں نہیں

زین جناب بنالدین صاحب کے مافی المتعلم درجہ ہم انٹرمیڈیٹ کالج مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

جو لطف جو میں ہو لطف بزرگراں نہیں  
فرہ نہیں ہیں جمع ہو وہ تھاری ہاں میں نہیں  
چمن میں لیں تو کھلے ہیں ہزاروں پھول مگر  
تلاش جس کی ہو وہ پھول بوستان میں نہیں  
وہ پوچھتے ہیں تم نزع حال بے تابی  
یہاں حال کہ تاب سخن نہاں میں نہیں  
ترے شہیدوں کو ملتی ہو مر کے عمر ابد  
مزہ حیات کچھ عمر جہاں میں نہیں  
زباں سے ہاں بھی نکلتی ہو تو نہیں بن کر  
سما گئی ہو کچھ ایسی تری نہاں میں نہیں  
یہ کیا کہا کہ ترے دل میں کون رہتا ہو  
جو تم نہیں ہو تو پھر کوئی اس مکان میں نہیں  
تمام عمر ہے دین دل میں وہ لیکن  
ہنوز رنگ و فاقہ چشم میہاں میں نہیں

ساعر جناب صمدیار خاں صاحب (سیالپور) علی گڑھ

وہ زندگی کے مزے اب گلتاں نہیں  
کوئی بار سے کدے ہم کشیاں میں نہیں  
بجا کہ لطف بیاں میری داستاں نہیں  
زبان عشق میں ہو جن کی نہاں میں نہیں  
ضیائے حسن کہاں تیرہ حق کہاں نہیں  
جو ہیں نہیں میں تارے وہ آسماں میں نہیں  
کبھی وہ دن تھے کہ ہر سانس تھلاؤں نہاں  
اب ایک نغمہ کی قوت باب جاں میں نہیں  
روانیں ہو تراہمت آزما ہونا  
کہ تاب ضبط مری جان ناتواں میں نہیں  
سکوت صبح اسیری اے معاذ اللہ  
کہ ایک پھول بھی بیدار گشتاں میں نہیں  
یہ افتخار یہ رفعت یہ رقص شام و سحر  
کوئی زمین بھی شاید اس آسماں میں نہیں  
پتا ہی منزل مقصود کا نہیں ملتا  
بھی ہوئی تو کہیں گرد کارواں میں نہیں

گزر چکا ہے دو عالم سے میرا عالم عشق  
 ہدف بنا کے مجھے خود شکست کھا بیٹھا  
 میں کیا بتاؤں وفا کا مال کیا ہوگا  
 شراب کیلئے اک جام کی ضرورت تھی  
 یہ کمد برق سے تکلیف آشیانہ کرے  
 جو سوچتا ہوں ہی تجھ سے کہہ نہیں سکتا  
 وہ میرا حالِ سحر کہاں گیا یا رب !  
 وہ ذکرِ عیش جسے جانِ استاں کیئے  
 ہو رنگِ بو کے حجابوں سے بے نیاز نظر  
 بدل گئی ہیں فضاں میں جس کی آوازیں  
 مذاقِ ہر ہر بے تشنہ سکوں ساغور  
 میں جس جہان میں ہوں وہ کسی جہاں میں نہیں  
 اب ایک تیرا عشق کی کہاں میں نہیں  
 وہ تیرے علم میں ہے جو مر و گماں میں نہیں  
 وگرنہ اور کوئی ربط جسم و جاں میں نہیں  
 بہارِ باغ میں ہے میرے آشیانہ میں نہیں  
 مرے خیال کی قوت مری زباں میں نہیں  
 کہیں بھی نقشِ جبین اُن کے استاں میں نہیں  
 ستم یہ ہے کہ ہماری ہی داستانِ بہار  
 وہ پھول دیکھ رہا ہوں جو گستاخ میں نہیں  
 کوئی خوابِ محبت تو کار و داں میں نہیں  
 مگر شراب سکوں ساغور جہاں میں نہیں

ساتی جناب محمد ابراہیم صاحب متعلم سکندر کلاس مسلم یونیورسٹی انٹرنیٹ کالج علی گڑھ

تو رشکِ حورِ بختانی ترا جہاں میں نہیں  
 ایندھنِ لطف ہو اجبے نام کو تاشیر  
 ضیا جو ہر مے دلبر کے روئے تاباں میں  
 ہمارے غم کی کہانی میں رو ہو جتنا  
 نزارِ حیف کہ سایہ بھی اُس پر ہی رُو کا  
 وہ کو چشم میں جو کہہ رہے ہیں نور اُس کا  
 جو کاٹ ہو تری تیغِ ادا میں لے ظالم  
 چلی جو با و خزاں آہ ابل آدیزی  
 ارم میں خلدینِ فردوس میں جہاں میں نہیں  
 نگاہیں آہ میں فریاد میں، فضاں میں نہیں  
 قمر میں شمس میں زہرہ میں اکسٹاں میں نہیں  
 کسی بیان میں قصے میں داستان میں نہیں  
 نظر میں حیاں میں اندیشے میں گماں میں نہیں  
 زمیں میں عرش میں کرسی میں لامکاں میں نہیں  
 چھری میں تیر میں تلوار میں سنسں میں نہیں  
 شجر میں شاخ میں، غنچوں میں بوستان میں نہیں

یہ رعبِ جن ہے اس کا ہلنے کی طاقت  
کہیں نہ لاکھ صداقت کا رنگ ایسا قافی  
زباں میں ہونٹھ میں گفتار میں ہاں نہیں  
قسم میں قول میں اقرار میں باں نہیں

## سیماب - جناب مولوی عاشق حسین صاحب کبرآبادی

شکستہ پا ہوں شریکِ اپنی کارواں نہیں  
یہی تو قوتِ تحقیق باغِ باں نہیں  
مرے نصیب کی گردش بھی آسمان نہیں  
کہاں گئیں وہ بہاریں جو بوستان نہیں  
جو چاہتا ہوں وہ ترتیب کا رواں نہیں  
وہ آں جہاں میں ہے باتِ جو اس جہاں نہیں  
ہر ایک نل کو ہر دشوارِ معرفت میری  
محیطِ غلبہ و وحدت ہے فطرۃ انساں  
اچھالے دیتی ہے غازی نگاہ مجھے  
قفس کی قید سے چھوٹے بڑے زمانے میں  
درائے صبح کی آوازِ نہ بانگِ جرس  
کئی طرح سے ہیں اک لفظِ کن کی تعبیریں  
تعلقات کا ردِ ناہیاد کی سرِ یاد  
وہاں نہ محبت کا دینے آیا ہوں  
خدا کا شکر ادا کر رہا ہوں غربت میں  
میں چاہتا ہوں کہ منزل ہی منہ سے بول ٹپے  
جہاں عشق کی مٹی خراب ہے سیماب  
زمین تنگ ہے گنجائشِ آسمان میں نہیں  
میرے نصیب کی گردش بھی آسمان نہیں  
کہاں گئیں وہ بہاریں جو بوستان نہیں  
جو چاہتا ہوں وہ ترتیب کا رواں نہیں  
وہ آں جہاں میں ہے باتِ جو اس جہاں نہیں  
ہر ایک نل کو ہر دشوارِ معرفت میری  
محیطِ غلبہ و وحدت ہے فطرۃ انساں  
اچھالے دیتی ہے غازی نگاہ مجھے  
قفس کی قید سے چھوٹے بڑے زمانے میں  
درائے صبح کی آوازِ نہ بانگِ جرس  
کئی طرح سے ہیں اک لفظِ کن کی تعبیریں  
تعلقات کا ردِ ناہیاد کی سرِ یاد  
وہاں نہ محبت کا دینے آیا ہوں  
خدا کا شکر ادا کر رہا ہوں غربت میں  
میں چاہتا ہوں کہ منزل ہی منہ سے بول ٹپے  
جہاں عشق کی مٹی خراب ہے سیماب

## شبیر جناب خزانہ محمد شبیر علی خاں صاحب آنرییری مجسٹریٹ خلف اصغر خاں جناب کلب علی خاں صاحب حرم سابقہ والی ریاست پٹنہ

لگاؤ بعد فنا کچھ بھی جسم دجاں میں نہیں  
نصیب میں مجھے گردش جہاں میں نہیں  
شباب میں مجھے پامال آسمان نے کیا  
دل دگر تو بے چل گئی گلے پچھری  
ازل سے لکھی ہو بیگانگی ہمت دین  
کیا ہو ضعف تپ عشق نے مجھے خاموش  
جو سنتا ہو مرا قصہ وہ سن کے روتا ہو  
ہوئی فلک کو نہ جنبش نہ دل ہلا اس کا  
مری بدلتے گرے برق یا چلے آندھی  
اس احتیاط سی کی ہو دہاں جہیں سائی  
کلامِ داغ میں شبیر جو مزا پایا

مکان کیسے ہے خالی کہیں مکان میں نہیں  
یہ دور میرے لیے دور آسمان میں نہیں  
جو دیکھی پر میں طقت ہ مجھ جواں میں نہیں  
شریک کوئی محبت کے امتحان میں نہیں  
غزیرا ہل جہاں میں ہوا جہاں میں نہیں  
زبان نہ میں ہو طاقت گزریاں میں نہیں  
کہیں بیان خمشی میری داستاں میں نہیں  
قفاں باں سپہ لیکن اثر فغاں میں نہیں  
غم آشیان کا ہو کیا میں جب کشاں میں نہیں  
کہ میر نقش جہیں سنگ آستاں میں نہیں  
وہ لطف دیکھتے اب ہم کسی باں میں نہیں

## شور جناب منظور حسین صاحب متعلم انٹرمیڈیٹ کالج مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

ترے جو تیر میں ہو مگر آگاہاں میں نہیں  
نشانِ مہر و فاب کہیں جہاں میں نہیں  
ہزار ظلم سے پر زباں سے آہ نہ کی  
مے جگر میں ہیں پوست اس کو اتنے تیر  
ادا اپنے عہد و سہ تو کس قدر ان کو

تری ادا میں جو طبع آسمان میں نہیں  
کہ اپنے صاف ہو انکی ہر اکاں میں نہیں  
ہو کوئی بان کہ گویا مے ہاں میں نہیں  
کہ ایک تیر بھی اب ہلوئے کہاں میں نہیں  
سٹکار کھیلے ہیں تیر اک کہاں میں نہیں

نہ دل میں اب ہونگے نہ دلوں سے باقی  
خوشی سے پاؤں میں اب بیڑیاں ہونگے  
یہ سچ ہوا ہے دل کی ہوساری تباہی  
فراقِ یار میں کیونکر کہوں غزالِ خوشنود

وہ کیف موسم گل موسم خزاں میں نہیں  
کہ اب ہوشِ جنوں موسم خزاں میں نہیں  
نہ ہو کہیں تو رنق کوئی مکان میں نہیں  
سوئے حسرت و غم کچھ بھیاں میں نہیں

### صفرِ جناب صفرِ صاحبِ زراپوری

مے جو ٹوٹے ہم سے کوئی جہاں نہیں  
ذرا بھی تم ترے بیمارِ تاواں میں نہیں  
چمکے دماغِ جنوں نے بڑا اثر ڈالا  
وہ چھٹر چھٹر کے پوچھیں دل کو درگاہ

غریب بیکس نے بے یار و آشنا ہیں ہم  
چمن میں کس کے لکڑی بھیاں تڑپتی ہیں  
تھکے درے اٹھاتے ہیں کہیں سے زباں  
مے ہیں نقشِ قدمِ ترے ہشت کے پھول

کسی کے ٹپے ہوئے پر گر گزری بجلی  
تے ہیں وہ نگہِ ناز سے بنائیں ہدف  
جگر نے جی جو خیر یا تو دل پکار اٹھا  
جو گل ہیں مہرِ گل میں دام نہیں نکلیں

میں سرکھت ہوں وہ خنجرِ کف نہیں  
نظر نہ کی مرے حالِ تباہ میرا سنے  
مشقِ ایک زمانے سے سنتے آئے ہیں

اس آسمان کے سوا دُور آسمان میں نہیں  
مکان ہیں یوں ہو کہ جیسے کئی مکان میں نہیں  
ہماری یاد بھی اب بزمِ مہوش میں نہیں  
کہوں باں سے یہ طاقت مری زباں میں نہیں

ہمارا پوچھنے والا کوئی جہاں میں نہیں  
گلِ آشیان میں نہیں شاخِ آشیان میں نہیں  
کچھ ایسے محل کے سنگِ آستان میں نہیں  
تری گلی میں ہو جو رنگِ ہ جہاں میں نہیں

چراغِ خانہٴ صیادِ آشیان میں نہیں  
چڑھی کمانِ بوناوکِ ملکِ کمان میں نہیں  
شریکِ حالِ مرا کوئی امتحان میں نہیں  
کوئی بھی جس سے اس گلشنِ جہاں میں نہیں

اجل سے کہہ دے کہ اب میرا امتحان میں نہیں  
یہ کہہ دے کہ اب تر کچھ تری فغاں میں نہیں  
نہ ہو کہیں تو رنق کوئی مکان میں نہیں

یہ لطف پوچھئے کچھ آپ مرنوالوں سے  
جنا ب خضر فرا عمر جادواں میں نہیں  
منا کہ قصہ صفد ہو درد سے خالی  
مرنے کی چیز ہی تھی جو آستان میں نہیں

ظاہر جناب ظہور الحسین صاحب متعلم انٹرمیڈیٹ کلج مسلم یونیورسٹی علیگڑ

جو گل نہ ہو تو کوئی لطف بوستان میں نہیں  
نہ ہو کین تو رونق کوئی مکان میں نہیں  
سناؤں کیا تمھیں افسانہ محن اپنا  
ہجوم یاس ہو غم ہی کوئی مکان میں نہیں  
جلایا خرمن دل برق شعلہ افکن نے  
یہاں تو ایک بھی ترنگہ آبِ ثیاں میں نہیں  
رُلا کے خون کیا راز میرا یوں افشا  
ذرا حجاب مری چشمِ خوچکان میں نہیں  
نہ پوچھو خطا کھر حسرت زدہ کی بربادی  
نشانِ قبر بھی باقی کہیں جہاں میں نہیں

عبیدہ جناب عبید الرحمن صاحب متعلم انٹرمیڈیٹ کلج مسلم یونیورسٹی علیگڑ

پناہ اہلِ وفا کو ذرا جہاں میں نہیں  
جھلکے شہ کی کہیں دُور آسمان میں نہیں  
عجیب بادِ مخالف نے زور باندھا ہے  
شگفتہ ایک بھی گل گلشنِ جاں میں نہیں  
آہی چین سے کیا بیٹھنے کی صورت ہو  
کھڑے بھی رہنے کی جاؤ آسمان میں نہیں  
کہاں تُوں بھول کہاں شیاں ہو بھل کا  
تمیز اتنی بھی افسوس باغبان میں نہیں  
کھینچے ہی رہتے ہیں ہر وقت بڑی قاتل  
ذرا ساختم بھی تو کجخت اس کہاں میں نہیں  
بہارِ عمر لٹائے کوئی کہاں کس پر  
میں اور وہ بھی ہر شر اور تمھارا گلہ  
گُلِ وفا کوئی اس گلشنِ جہاں میں نہیں  
ہر اک سے کہتے ہیں جاؤ غیر تو لاؤ ذرا  
وہ بات کہتی موجود ہم نگران میں نہیں  
عبید صبح سے کیا بات ہو کہاں میں نہیں

عطا: جناب حاجی عطاء محمد صاحب دلیونی وکیل تلہر (نعتیہ)

ہمارے گلشنِ طیبہ کی لامکاں میں نہیں	فضا زمین کی تقدیر آسماں میں نہیں
دیر رسول سے خالی نہیں پھر اسائل	گدا نواز کوئی ایسا دو جہاں میں نہیں
عیساں ہر صورت سائل سے مقصد سائل	نہ ہو بیان کی طاقت اگر باں میں نہیں
خدا کریم ہو اس کے کرم سے عفو گنہ	میرے یقین میں ہر شیخ کے گناہ میں نہیں
قیامِ وحشی طیبہ کی کون صورت ہو	اتنی جب رو دو پورا نہک جہاں میں نہیں
اذاں بلال کی جوتی نہ کیسے غرضیں	وہ حق پسند ادا اور کی زباں میں نہیں
غمِ فراق سے مجبور مصطفیٰ خوش ہیں	بلا سے ان کی اثر عالم و فضاں میں نہیں
کہاں نہیں تری فرقت کا نورِ جلوہ فگن	نشانِ راز میں یا صورت عیاں میں نہیں
حرم میں دیر و کلیسا میں کعبہ دل میں	کہاں نہیں تری تہ کو کس مکان میں نہیں
بنی کا عشق نہیں گرتو کچھ نہیں دل میں	نہ ہو کہیں تو مدون کوئی مکان میں نہیں

بنی کے ابر کرم نے وہ پاک صاف کیا

عطا کا نام بھی اب فردِ عاصیاں میں نہیں

جناب علی شہر والی

حدیثِ درد کس تیری آستان میں نہیں	مرعین کوئی بھی تجھسا گر جہاں میں نہیں
نہاتِ غم تری سہی رائیگاں میں نہیں	ازل سے حصہ ترا گنجِ شامیگاں میں نہیں
چمن کی فطرتِ حق کا انقلاب تو دیکھ	کہ رستی کی صفت سرو و فوجاں میں نہیں
وہ کعبہ جس کی زیارت کو جا رہا ہو تو	جو تیرے دل میں نہیں ہو تو چہاں میں نہیں
خراب کوہ و بیاباں ہو محلِ سلسلے	ہمارا تہ کفِ دست ساراں میں نہیں
جس نے دشتِ جبلِ سر پہ کیوں اٹھائے ہیں	نشانِ زندہ و بیدار کارواں میں نہیں
حقیرِ ذرہ کہ بیگانہ آفتاب سے ہو	زمینِ خراب کہ ہلوئے آسماں میں نہیں



چمن آداس ہر گو پھول کھلکھلاتے ہیں وہ چیز کیا ہے آئی جو بوستان میں نہیں  
 مکن منزل دل سے کہو کہ جان بھاں قیام غیر مناسب تھے مکاں میں نہیں  
 یقیں ہوا جو مسیحا کی آمد آمد کا تو پھر کام مری درگ ناگاں میں نہیں  
 یہ کس کے لفظ ہیں اے قاصدِ خجستہ مقال تھے بیاں کی لطافت تھے بیاں میں نہیں  
 امید مردۂ عاشق کو زندہ کرنے کا نہیں نہیں میں جو اعجازِ بڑی وہاں میں نہیں  
 خطا شمار فرشتوں سے بڑھ گیا لیکن فرشتہ حضرت آدم کے خاذاں میں نہیں

ہزار حیف کہ طالب سے اے علی کہیں

تو کامیاب سوالاتِ رتھاں میں نہیں

**جنابِ غضنفر امروہوی**

بجز قریب نظر خاک اس جہاں میں نہیں طلسمِ رنگ ہی کچھ اور گستاں میں نہیں  
 جہیں شوق میں دنیا ہی ہے سجدوں کی سمائی اتنی ترے سنگِ آستان میں نہیں  
 تمام بزمِ تصور میں ان کا جلوہ ہی جو روشنی ہی تخیل میں وہ جہاں میں نہیں  
 شرابِ عیش کے مدہوش یہ سمجھتے ہیں کہ انقلابِ اپاس دورِ آسمان میں نہیں  
 کہاں کو قافلہ اشک آج جاتا ہے نہ رور ہا ہو کوئی ایسا کاراں میں نہیں  
 میں کیا حقائقِ الفت پہ روشنی ڈالوں کہ شمعِ عکسِ رخِ یارِ شمعداں میں نہیں

(قطعہ)

بیانِ برقی تجلی ہی جانِ قصصِ طور جو ذکرِ حسن نہ ہو حسن کچھ بیاں میں نہیں  
 بیانِ طور میں لازم ہی ذکرِ سوزِ کلیم بغیرِ عشق کے گرمی ہی آستان میں نہیں  
 تمہیں یہ سخت کلامی کہاں سے آئی ہے کہ استخوان تو کہیں نام کو زبان میں نہیں

اتاروں جا بٹہ ہستی غضنفر اب میں بھی

کہ تارِ صبح کا داناں آسمان میں نہیں

## فصل - جناب میر محمد حسین تھان صاحب مع سوسی ناظم عدالت گندھاری ضلع نظام حیدر آباد دکن

قرار وعدہ میں بندش تری زبان میں نہیں تری نہیں میں ہی جو بلف تیری ماں میں نہیں  
جواب دینے کی خواہش کے پاس میں نہیں یہ جب کہا تو کہا کوئی اس مکان میں نہیں  
وہ کیا کریں نہ پیسے جو میرے حال بدل میں کیا کروں کہ اثر نالہ و فغان میں نہیں  
تھی آج وعدہ کی شب آتے ہیں گماں کیا کیا وہ جان جان ہی کہاں؟ جان میری میں نہیں  
پکار بھی لو جسے چاہو خوب دیکھ بھی لو بھڑ مے کوئی میدان امتحاں میں نہیں  
مجھ سے چھینے لگے ہیں کہ لگتے جانے نظر وہ جلتے ہیں قطع مے بیاں میں نہیں  
جو میری حسرت دل ہی وہ رخسے ظاہر کی زیادہ عرض کی طاقت مری زبان میں نہیں  
ہی شک کی حد کہ وہ کہتے ہیں سنکے عارفان چھپا ہوا تو کوئی گوشہ بیاں میں نہیں  
شاعرہ کی علی گڑھ کے فکر کیا فاضل

ہمارا نام ہی فرست امتحاں میں نہیں

فصل - جناب مولوی سید عبدالوحید صاحب نیازی گلاوٹھی  
گل خود کسی شاخ گل فشاں میں نہیں یہی چمن ہی جو ترتیب باغیاں میں نہیں  
مے یقین میں یاد مے گماں میں نہیں ترا جمال دل افروز کس مکان میں نہیں  
تلاش ہستی آوارہ اے خدا حافظ کہیں ٹھکانا ترا میرا گماں میں نہیں  
وہی بچے کہیں یارب ہے اسی کی خبر وہ میرا درد جو پائے فغاں میں نہیں  
جناب دل کو مبارک ہو وسعت فرماید فغاں جس کی بھی محدود کاراں میں نہیں  
چڑھتے تربت میں یہ کیا ہو اے چمن کہ ایک پھول کسی شاخ گل فشاں میں نہیں  
نیا اٹھے کوئی پردہ بہار گلشن کا یہ سبز باغ تو کچھ شرح داستان میں نہیں  
مے گلے بس رگیں پھول کی نہیں صیاد نہ ڈھونڈ اس میں نہ تنکے جواشاں میں نہیں

تجلیات کو اسے خلوتی نہ کر محدود وہ ہر مکان میں ہے کون سے مکان میں نہیں  
 ہمارے باغ کو بلبل جواب کیا دے گی کہ شاخ گل کی امانت بھی آئیناں میں نہیں  
 خدا ہی خاک نہ لینا کے حال پر افسوس  
 ہوائے داہن یوسف بھی کا رواں میں نہیں

## قمر۔ جناب نشتی محمد قمر احسن صاحب بدایونی

خوشی نفس میں نہیں چین آئیناں میں نہیں ہمارے نام کی راحت اس جہل میں نہیں  
 کچھ اور اس کے سوا عذر امتحان میں نہیں کہ ضبط آہ کا دم تیرے ناتواں میں نہیں  
 ہمارے نام کی دنیا ہی سچ کی دینا یہ امتحان کا دخل ہو جس میں ہم آج جاں میں نہیں  
 وہ آج کہتے ہیں مر جاؤ گے تو کیا ہوگا یہ امتحان بھی اب اللہ امتحان میں نہیں  
 ہمارے دل کو اب لے لیں تو ہی سمجھا دے فغاں سے فائدہ کیا جب شرفاں میں نہیں  
 نکل کے دل سے یہ بتیا بیاں کہاں جائیں سکت زیں میں نہیں ظرف آسمان میں نہیں  
 تار کار ہو پیش نظر تو اسے بلبل! ہمارے وہ مصیبت ہی جو خزاں میں نہیں  
 ہزار بار سنو یا ہزار بار پڑھو خوشی کا ذکر محبت کی داستان میں نہیں  
 وہ دل میں ہے وہ نظر میں ہے وہ خیال میں ہے وہ کس جگہ نہیں ملے وہ کس مکان میں نہیں  
 لو اب کہو کہ محسوس ہم سے کیا شکایت ہے کہ ہم ہیں تم ہو کوئی اور میاں میں نہیں  
 نظر بھی ہم سے ملاؤ جو بلبل ہی ابرو پر کہاں یہ گیا ہے اگر تیرا کماں میں نہیں  
 رہے نہ جان تو ممکن ہے چین آجائے ابھی تو کوئی کمی دردِ جانناں میں نہیں

بغیر ان کے دل نہ راز کی یہ حالت ہے  
 کہ جیسے جانِ فخر جسمِ ناتواں میں نہیں

## ماجد - جناب حکیم ماجد علی صاحب آتولی متعلم انٹر میڈیٹ کالج اسلم یونیورسٹی علی گڑھ

جو لامکاں کے مکین ہیں وہ مکاں میں نہیں زمین پر وہ نہیں ہیں کہ آسمان میں نہیں  
ہیں ایک وعدہ کا ایقانہ ہو سکا ایک دگر نہ کون سی ختم سے مہرباں میں نہیں  
جو جاتے روح نکل کیوں نہ جسم ہو بے کا نہ ہو مکین تو رونق کوئی مکاں میں نہیں  
وہ آئے ہیں جو عبادت کو سن لیا ہوگا کہ باقی جان بھی اب جسم ناتواں میں نہیں  
نہاں ہی اس میں چین کی بہار کا آغاز اگرچہ لطف بظاہر کوئی خزاں میں نہیں  
کسی پہ مر کے بھی دیکھو تو حضرت غلط جو لطف مرنے میں ہی عمر جاؤاں میں نہیں  
یہاں تو عمر کٹی تنگے چنتے پختے مگر جو دیکھا برق کے ماتھوں کچھ آئیاں میں نہیں

شب فراق کی وہ داستان ہی ماجد

کہ جس کی تاب تکلم مری زباں میں نہیں

### حجود : جناب محمود احمد صاحب متعلم مسلم یونیورسٹی

بقول تیرے اثر نالہ و فغاں میں نہیں گزار نیند کا کیوں چشم پائیاں میں نہیں  
ہمارا رونق محفل جو اس مکاں میں نہیں ہجوم آج پنگوں کا مجمع داں میں نہیں  
ثبوت قتل نہ آن پر ہوا سرخشر کہ دھبہ خون کا شمشیر و زباں میں نہیں  
ہوئے ہیں پھول گستاں میں آج بلبل کے عبث یہ دشت گل دست بانجیاں میں نہیں  
شکار کے لئے جنگل میں کس لئے جاؤ ہٹ بنانے کو اب زراغ کیا مکاں میں نہیں  
کہیں کہیں تو بڑائی بھی حسن ہوتی ہی کمان ہی وہ نہیں خم اگر مکاں میں نہیں

بتوں کے واسطے حجود کر لو بار بری

حصول خاک اب ایم اے کے امتحان میں نہیں

## ناصر۔ جناب مسعود ناصر صاحب قریشی متعلم سکندریہ کلاس انٹرمیڈیٹ کالج مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

گداز و سوز زرا بھی مرے بیان میں نہیں      زبانِ بزم میں ہی لذت مری زبان میں نہیں  
اثر کا نام بھی آہِ شرفِ نشاں میں نہیں      علاوہ سوز کے کچھ سازداستان میں نہیں  
نگاہیں اُٹھتے ہی بے جینیاں برستی ہیں      بحرِ فزیب کوئی چیز آسمان میں نہیں  
نہ پوچھو حال کہ اس وقت ہوش ہی غائب      وہ جلوہ دکھایا میں نے جو اس جہاں میں نہیں

مرا وجود ہی ناصر طلسمِ رنج و محن  
خوشی کا دخل کوئی غم کی داستان میں

## نہال: جناب نہال احمد خاں صاحب ملازم میونسپلٹی علی گڑھ

یہ یکسی کی نفاں اور اثرِ نفاں میں نہیں      اتنی شام سے کیا کوئی بھی جہاں میں نہیں  
نہ پوچھیں حسرتِ آخر کو غریبوں سے      کہ جہاں لبوں پہ ہی طاقت مری زبان میں نہیں  
قفس سے جھٹ کے بھی لکھی ہی خانہ برادری      مرے نصیب سے تنگے بھی گلستاں میں نہیں  
یہ چھڑ دیکھو مٹا کر وہ قبر کہتے ہیں      نشان کیوں رہے تیرا جو جہاں میں نہیں  
ہمیں نہیں تو ہمیں کیا اگر اکرے بجلی      سمجھ لیا کہ کشمیں ہی گلستاں میں نہیں  
غلط ضرور مراد دعوتے جہیں سائی      اگر نشان تیرے سنگ آستان میں نہیں  
وہ دل میں جیسے نہیں دل میں ٹال اُڑتی تھیں      نہ ہو مگر تو رونق کوئی مکاں میں نہیں  
تماشا دیکھتے آئینہ ان کے آگے ہی      پھر اس پہ دعویٰ کہ مجھ سا کوئی جہاں نہیں

نہال فضل جن آگئی تعجب ہے

صدائے بلبلِ ناشاد گلستاں میں نہیں

## یاس : جناب مع لانا یاس صاحب ٹونکی اُستاد جامعہ ملیہ دہلی

نہ ہو بلا سے جو طاقت مری زبان میں نہیں  
 اُسی کی برقِ نظر کی ہر کار فرمائی  
 نگاہِ یاس تو فاصر کسی بیاں میں نہیں  
 وگرنہ اتنی سکت تو دلِ تپاں میں نہیں  
 کچھ ایسے لطف سے کرتے ہیں بستم گویا  
 عجیب حسن و محبت کی گفتگو دیکھی  
 فلفط اشارے ہیں الفاظ ہیں نابِ یس  
 وہ بیاں نہیں تو کہیں بھی کسی مکان میں نہیں  
 مکینِ دل کی قسم عرشِ لامکاں دل ہے  
 پڑا ہے سر و عجیب حسن و عیش کا بازار (ق)  
 نیاز و نیاز کا سودا کہیں تھاں میں نہیں  
 نہ کوئی بیچنے والا نہ کوئی گاہک ہے  
 متاعِ دل بھی سرے سے کسی کاں نہیں  
 زمین پکڑی ہے اسی تری گلی میں کہ اب  
 اٹھا سکے مجھے یہ طاقت آسماں میں نہیں  
 اٹھا سکے مجھے یہ طاقت آسماں میں نہیں

# مصروع طرح دُوم

## ”قضا نے نہ دم بھر سنبھلنے دیا“

آثر: خاں صاحب زرا جعفر علی خاں صاحب لکھنوی

غلط دردِ دل نے سنبھلنے دیا	تڑپنے کو پہلو بدلنے دیا
وہ آتے ضرور آتے لے جذبِ دل	کہاں وقت ہم کو اصل نے دیا
تجھے کیا کہوں شوقِ بے دستِ پا	یکلجے سے ناوک بھگنے دیا
یہ کیا کم ہر دل لے کے اس شوق نے	تاسف سے ہاتھوں کو ملنے دیا
رہا ایک اُن میں بھی اس کو دیرِ بخ	جہاں تک جلا جھک کر بھلنے دیا
کبھی ضبط سے اور کبھی آہ سے	بہر طور دل کو بھلنے دیا
پھر اس آہِ دل کی سوائی نہیں	جو شورِ رش کے قالب میں بھلنے دیا
خدا جانے کیسا تھا یہ اضطراب	کہ دم بھر نہ دل کو سنبھلنے دیا

بھلنے نہ دیکھا جو دل کو آثر

بھلنے کی خاطر مچلنے دیا

بے نظیر: سید بے نظیر شاہ صاحب ارٹ

وہ آئے نہ اریاں بھگنے دیا	نہ دابھی نہ جھک سنبھلنے دیا
چلتا رہا دل - پھلنے دیا	گر اُن کے دیر سے نہ ٹلنے دیا
دعا یہ مستوں کی جو آج تک	نہ چھیم سے سوچ بھگنے دیا
جدائی کی وہ چوٹ دل پر لگی	کہ جس نے نہ گر کر سنبھلنے دیا
جنوں میں بھی گھر ہی میں بیٹھے رہے	نقاہت نے اٹھ کر نہ چلنے دیا

تپِ غم میں شاکی رہا ضبطِ آہ  
یہ میرا جگر تھا ترے درد کو  
بہن لگ وعدہ پورا وہ کرتے رہے  
نہ روکا کبھی میں نے جوشِ سرکش  
یہ کیا کم مراعات کی رشک نے  
دکھاتے رہے سبز باغِ اُمید  
خبر لی نہ ویرانیِ گول کی ہائے  
یہ فرصت بھی تھی باغیاں کا کر  
کریں ضبطِ نالہ ہم اب کیا ضرور  
صریحی تو ڈھالی مگر اس طرح  
فلک نے یہ کی حرمتِ مرغِ دل  
جنازہ مرا یہ سبک رو رہا  
رہِ عشق میں ہوں مژدہ ثابت قدم  
رفاقت سے کیوں دکھتا خضر کو  
نظر اُن کے رخ پر چلے ہے  
وہ جس دل میں تھے ہائے کیونکر اُسے  
کیا سو نہ دل نے ہی پانی انہیں  
ہست پاؤں توڑے سفر نے مگر  
ہوا راگھ یہ داغِ دل اس قدر  
ترے بترنے چشمِ پوشی یہ کی  
خدا یا تری دستگیری ہو اب  
محبت کے اسجانے بے نظیر

کہ ٹپکا بھی محکو نہ جھلنے دیا  
یکلجے کو آٹھ آٹھ کے ملنے دیا  
کہ آئی ہوئی کو نہ ٹپنے دیا  
براہِ یہ چشمہ آبلے دیا  
مجھے اُن کی محفل میں جلنے دیا  
اسی طرح کچھ دل بہلنے دیا  
جو ارمان نکلا نکلنے دیا  
جسے پھولنے اور پھلنے دیا  
نکلنے دیا تو نکلنے دیا  
کہ آنکھوں کا پانی نہ ڈھلنے دیا  
چراغِ اپنی تربت پہ جلنے دیا  
کسی کو نہ کا نہ جاہ نہ دیا  
جہاں رکھ دیا پھر نہ ٹپنے دیا  
جہاں تک چلے اُن کو چلنے دیا  
نہ چکئی جگہ پر پھسلنے دیا  
توافل نے تلوؤں سے ملنے دیا  
اسی نو سے لوہا پھیلنے دیا  
پتھک دہیں دم نکلنے دیا  
انگٹھی میں انگارہ گانے دیا  
یکلجے کو ہاتھوں آجھلنے دیا  
جواب اپنے بازوئے شل نے دیا  
غزل کو مری خوب پھلنے دیا



## ولہ (بے نظیر شاہ)

نہ کھلے دیا۔ دل کو جلنے دیا      دہواں بھی نہ منہ سے نکلے دیا  
 مسئلے رہے دل مسئلے دیا      اسی طرح کچھ کام پہلے دیا  
 ہم اک رنگ پر اپنے قائم رہے      زمانے کو نقشہ بدلنے دیا  
 خوشی کے رہے منتظر تو مگر      بُرے وقت کو پہلے ملنے دیا  
 فلک کو نہ واپس کیا ہم نے غم      نہ جب تک خوشی سے بدلے دیا  
 کیا پاشک تہ جنوں نے مگر      مرانام دنیا میں چلنے دیا  
 وہ اپنا ہی ترکش بٹھا لاکے      ہمارا کلیجا دسہلنے دیا  
 ترے سوز غم کا یہ کیا کم ہی فیض      کہ سینے کو چھاؤں سے پھلنے دیا  
 مری صبح پیری کے گلزار نے      کفن پر نہ کا فور ملنے دیا  
 زمیں پر نہ لوٹے مرے طفلِ شک      انھیں گود ہی میں چلنے دیا  
 ملے جب وہ تیرا بدل کر ملے      یہ کنیڈا نہ اب تک بدلنے دیا  
 مجھے شمع ہستی بنایا تو کیا      جو محض میں اُن کی نہ چلنے دیا  
 ترے کوچے کی یادِ گلشت نے      چمن میں نہ مجھ کو ٹہلنے دیا  
 سلامت رہیں پیئے والے ترے      کوئی خم نہ اب تک آبلے دیا  
 گرا جب خود اس نے سنبھالا مجھے      اسی نے نہ مجھ کو سنبھلنے دیا  
 جگر پر جو دیکھا ترا داغِ عشق      بہنم نے مجھ کو نہ جلنے دیا  
 رو آہ و شد کا یہ راز نہ تھا      انھیں ان کی مرضی پر چلنے دیا  
 یہاں مجھ کو لایا تو حکمِ ازل      ہقدر نہ اُس نے بدلنے دیا

محبت نے اُن کی مجھے بے نظیر

غلط راستے پر نہ چلنے دیا

ذکرہ : جناب سید امجد علی صاحب حجر مرطرای وی ڈیوڈ بیرسٹر  
عدالت کان پور

بڑا کام اپنے عمل نے دیا	فسوں گر کا جادو نہ چلنے دیا
نہ پہلو بھی کوئی بدلنے دیا	قضائے نہ دم بھر بٹھلنے دیا
شبِ غم نہ آئی نہ روزِ فراق	بڑا محکو دھوکا اجل نے دیا
چلا سراٹھا کر جو کوئی یہاں	فلک نے نہ اک گام چلنے دیا
مرے دل نے اتنا کیا ضبطِ غم	نہ آنکھوں سے آنسو نکلنے دیا
پس مرگ بھی یوں ہی میت ہی	کیا دفن جسکو نہ جلنے دیا

یہ ذکر سے کہتے ہیں سب مہرباں

بڑا لطف تیری غزل نے دیا

زاہد : جناب آفتاب علی صاحب متعلم درجہ تہم انٹر میڈیٹ کالج مسلم  
یونیورسٹی علی گڑھ

کہاں نہ ور قسمت نے چلنے دیا	کہاں کوئی ارماں نکلنے دیا
زمانے نے پہلے کچھ ایسے لئے	قدم دو قدم بھی نہ چلنے دیا
کمر سے تو سفاک کھینچ ہی چکا	نزاکت نے خنجر نہ چلنے دیا
تھیں منصفی سے کر و فیصلہ	کبھی کوئی ارماں نکلنے دیا
نہ بھولے سے پیرِ فلک نے کبھی	گھڑی دو گھڑی دل بہنے دیا
میں مر بھی چکا ہوتا وعدہ شکن	یہ دھوکا تری آج کل نے دیا
دیا چھینا کب آپ امید کا	جگر سوزِ فرقت نے جلنے دیا

دکھا دیتے ہم تم کو کیا چیز ہیں

وفا نے نہ پہلو بدلنے دیا

## عطا: جناب حاجی عطاء محمد صاحب ایونی وکیل تلہر (نعتیہ)

ریاضِ تبکر نہ پھلنے دیا      خدا نے یہ جادو نہ چلنے دیا  
تراغم نہ دل سے نکلنے دیا      یہ پلٹا رہا ہم نے پلنے دیا  
ہوئی بند کب ہجر مولا میں آہ      یہ چلتا ہوا کام پھلنے دیا  
مدینے میں ہم پاشگستہ رہے      ادب نے قدم بھر نہ چلنے دیا  
کسی پر تجھے رحم آیا فلک      کبھی کوئی ارماں نکلنے دیا  
قیامت میں کام آیا خوف گنہ      اسی دن کو غم دل میں پلنے دیا

مدینے میں دل کی ہوا بندھ گئی

عطا سنگ نے رپر پھیلنے دیا

## جناب علی شروانی

مجھے عمر بھر اُس نے جلنے دیا      درختِ محبت نہ پھلنے دیا  
نہ رکھا سنگ نے سینہ پہ ہاتھ      مرے دل کو ہاتھوں اُچھلنے دیا  
عروس جیا پہلو تے حسن سے      نہ اٹھی نہ پہلو بد لے دیا  
ارے سنگدل نے واسے یہ کیا      کہ نحتِ جگر کو پھلنے دیا  
سفر کی پریشانیاں ہائے ہائے      کبھی موتے منزل نہ چلنے دیا  
رہیں رحمتیں بے نیازی کے ساتھ      بلاتے رہے گو نکلنے دیا  
کفن میں پلٹے ہوئے بے چلے      وہی پھل جو شاخِ عمل نے دیا  
وہ مارسیہ نفس پر حین کا نام      ارے تو نے پہلو میں پھلنے دیا  
ترا سرِ جی اور ایک غارِ عمیق      نہ راگر قدم کو پھلنے دیا  
مشیت کا حسنِ سیاست ہی یہ      کہ تقدیر پر بس نہ چلنے دیا  
یہ میرا جگر ہے کہ دل سا غریزہ      تمہیں چٹکیوں سے مسلنے دیا

دریا تک شوقِ عجلت پسند      مجھے سر کے بل کیوں نہ چلنے دیا  
 فدا لاکھ سر آستان پر ترے      اٹھے درد کا سر کچلنے دیا  
 تر پتے ہوئے دل کو تم نے علی  
 سر نرم نکھاسا جھلنے دیا

محو: جناب محو صاحب ادا بادی

تری منزلوں نے نہ چلنے دیا      قصائے نہ دم پھر سنبھلنے دیا  
 شبِ وعدہ سے پہلے ہی چلیے      یہ دن بھی تو تم نے نہ ڈھلنے دیا  
 تم ہی کہ جس دل میں بستے ہو تم      آسے سوزِ فرقت میں جھلنے دیا



# مصرع طح فارسی

کساں کہ دل بہ تماشائے رنگ و بو بستند

آزاد : جناب لوی سید اظہر علی صاحب تحفہ صیقلہ ارسکندہ راؤ  
 دل رمیدہ مارا بدام او بستند  
 کساں کہ دل بہ تماشائے رنگ و بو بستند  
 حسین ناز جمال ست ہر کجا اپنی  
 پیام حسن رساند چمن چمن قمری  
 اگرچہ داغ بود ہر عشق بردہا  
 ہزار شمع جالت فروخت در ہر طور  
 بھرزدیدہ گرفتہ درخ پوشیدند  
 رسد بجگہ نازت خیال را چہ مجال  
 بخون دل نکم جام ارغواں چہ کم  
 خلاف کعبہ دل آبلہ شد دست مرا  
 نیرد آنکہ بمیرد بمیرد آنکہ نرید  
 سر تاں یاد را کب ما دو تو بستند

تآب : جناب سید غلام عباس صاحب متعلم مسلم یونیورسٹی  
 نظر بے شہ آں ماہ فتنہ جو بستند  
 بیط سینہ و دل آرزوئے الفت  
 شراب و مطرب ساقی برد و مہجوری  
 خطا چہ بود اسیران عشق را لے تآب  
 زبان بے ناز آں شوخ تندر بستند  
 چہ تنگی نہ کند زان کہ غم برد بستند  
 بنود و جہ تسلی کہ دل با و بستند  
 جزاں کہ دل بہ تماشائے رنگ و بو بستند

خاودی: جناب علاء الدین صاحب خاوری ایم اے کچھ راتر میڈیٹ کالج  
مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

بیا کہ خلوتیاں دل پہ مہر او بستند	بہ لہج سادہ جان نقش آرزو بستند
چہ لذتے بہ غلشائے ذوق خود نگریست	کہ چشم اہل نظر بہر جستجو بستند
نہی دہند اجازت کہ حرف ادا گیم	اگر زباں بکشادم رگ گلو بستند
بہ پیر میکیدہ خوش گفت زندگتہ ور	بیار بادہ کہ پیاں اشہر بو بستند
ز بادہ کہ چشیدند و باز بہتادند	پیالہ با بزد دم تا سر سبو بستند

### جناب علی شترانی

مرا کہ نامہ اعمال در گلو بستند	ہزار بند بزدان رنگ و بو بستند
دریں سراے سنجی مسافران عدم	چہ دیدہ اند کہ دلسا بہ آرزو بستند
لب از کجا بہ ادائے پاس جنبا تم	مرا برشتہ احسان مو بہ مو بستند
چو یار ما بضاحت مبارزے طلبید	سخنوران جہاں رخت گفتگو بستند
شود بھضرت خورشید ہچو آئینہ	کسے کہ عقد انانیتش بہ ہو بستند
بکار کوش چو دست قوی و آزادست	چہ سود حسرت آنکس کہ دست فرو بستند
نگر بہمت دزدان خانہ خمار	بجیب و جامہ ہمہ ساغر و سبو بستند

بسا غزال حرم عالیا کہ چون ارادت  
شکار کردہ بفرار کجنگ بو بستند

## شعوانِ نظم ”شاعر کا نصب العین“

اثر: خان صاحب خاں راجعفر علی خان صاحب لکھنوی

اللہ اللہ فکرت شاعر کی      اُن مقامات میں ہی گرم سفر  
فہم و ادراک میں جہاں عابر      صرف وجدان ہی جہاں رہبر  
حیرت آمیز بندہ معنی ہی      خود نظر بھی ہو اک حجابِ نظر  
تاکہ دل پر ہو سکے زن اس طرح      صنمِ کیتا و نقش صورتِ گر  
نقد ہو وہمِ نسیمِ افسانہ      نہ رہے کچھ خیالِ نفع و ضرر

— (۵) —

ایک ہیجاں ہو طبیعت میں      اور تخیل کے کھلے جوہر  
کبھی ٹپکا قلم سے آبِ حیات      کبھی اُگلے قلم نے نعل و گہر  
نوسیم بک خیرام چلی      نکلت گل کی اور تھ کر چادر  
علم و عرفان کے پھول کھراتی      ہوئی مائل ہوئے طلسمِ صورت  
بحرِ ہستی میں ایک طوفان تھا      بند تھی موجِ موج کے اندر  
ہر طرف تھا بلند شورِ خودی      گم ہوئی تھی تیز خیر و شر  
قطرہ قطرہ شکست کے ڈرے      نظر آتا تھا قلعہ بے در  
کار گاؤ حجاب سے ناگاہ      رقص کرتی گزر گئی صرصر  
وہ خودی تھی نہ وہ ناگہن تھی      شرمساری تھی اور دیدہ تر  
قطرہ دریا سے ہلکتا ہوا      مٹ گیا اختلافِ ہم و دیگر

اور سسکی ذرا - سموں ہوئی  
پھونک دی جو متاع کا سد تھی  
بتِ پندار کو شکستیں دیں  
کیسے فتنوں کے سر کچل ڈالے  
عاصیوں کی اگر کفیل ہوئی  
نہ ضلالت تھی اور نہ تاریکی  
رو میں جانکلی جس طرف ایس ادھر  
حرصِ جاہ و جلال و شہرت و زر  
کیسے غرقابِ کذب کے دفر  
کر دیا سازشوں کو شہرہ بدر  
ہوئیں کا فورِ ظلمتیں یک سر  
دامنِ یاسمین تھا دامنِ تر

ایسے شاعر کا عشق ہے میوہ  
عشقِ اول ہے عشقِ آخر ہے  
پیکرِ عشق میں ہے جلوہ نما  
عشق ہی ہے وصی و پیغمبر  
بتدا ہے وہی، وہی ہی حشر  
وجہِ تخلیق کا نساۓ بشر

صن بھی عشق کا کرشمہ ہو  
جب ہوا سر نشینِ بزمِ محباز  
اور جیابے کبھی یہ چہرے کا رنگ  
ہاں کبھی اس طرح بھی دیکھا ہے  
وہ جیس اور وہ فگارِ جہیں،  
اور دل کی تپش کا یہ عالم  
ہو رہی تھیں تجلیاں پیدا  
ورنہ کیوں آتا پردے سے باہر  
شوخی آنکھوں میں تھی ہنسی لب پر  
تیرا بر تنگ ہو جیسے نسر  
سر شوریدہ اور سنگ در  
جیسے گلگونہ شفق میں سحر  
مست کے ہاتھ میں بھرا ساغر  
ہوک اٹھتی تھی دل میں رہ رہ کر

وہی عاشق ہے اور وہی شاعر  
کوئی شیدا اے شاہدِ معنی  
ایک مرکز ہے ایک ہی محور  
کوئی مشتاقِ جلوہ د لبر



ایک کو آپ جستجو اپنی اک حقیقت میں محسوس تاسر

نہیں شاعر کا کوئی نصب العین ہے یقین سے فکر بالا تر  
ہاں جو محسوس آپ کرتا ہے اُس کی دیتا ہے دوسروں کو خبر  
یہ بھی صرف اس لیے کہ دنیا میں عام ہو شور عشق و ذوق نظر  
ماسوا اس کے ہرزہ کاری ہو غور بیکار منکر درد سر

قول شاعر لکیر تپسہ کی گو نہ لائے دلیل دعویٰ پر  
کیوں کہ دل سے جو بات نکلتی گی وہ کرے گی ضرور دل پہ اثر

کیوں اثر شرم کچھ نہیں آتی آپ اور نظم اور عرض ہنسہ

بدار جناب مولوی بدر الحسن صاحب بدایہ جلالی

ایڈیٹر اخبار مدینہ

زندہ قدیم آج ہوا بے نیاز ہوش محروم التفات ہے سامانِ ناؤ و نش  
اب نغمہ سازیاں نہیں موجِ شراب کی ٹوٹا پڑا ہو میکے میں ساز بے فروش  
مینا قسودہ خاطر و ساغر شکستہ دل تصویر ایک یاس کی ہی بریلِ غموش  
یارانِ رفتہ کی نہیں صد حیف کچھ خبر کیا جائیے کہاں ہیں حریفانِ بادہ نوش  
سب لٹ گئی متاعِ فحشانِ عزم کی سوئی میٹھی ہے انجمنِ پیرے فروش  
امید بادہ خوار پہ خوں رخیے کہ ہی رشکِ سکونِ یاس۔ شرابِ کمن کا جوش  
عبرت گم ہر اس ہے ہنگامہ زارِ عشق مطرب نے یہ لب ہے نہ ساتی ہو بدوش

شوقِ عمل پہ حیرتِ ناکام کا ہجوم گویا ہے خود کشی کا سبب داستانِ دوش  
 باقی ہے اتنی گری محفل کی یادگار  
 یا کج روتی دود ہے یا شعلہٴ خموش

اے نکتہٴ بیخِ علتِ تکوینِ آبِ گل (۳) اے شاعرِ سخنِ گرو حقِ کوش و حقِ نوش  
 اے وہ کہ تھا مصوٰیہٴ فطرتِ ترا لقب اے وہ کہ ہر مرتعِ عالم کا نقشِ کوش  
 اے وہ کہ جس سے محفلِ ہستی کو تھا فرغ اے وہ کہ ہر املے عمل میں تھا دلِ فروش  
 اے وہ کہ جس کے خون میں روحِ جہاد تھی ثابت ہوا جو راہِ محبت میں سرِ فروش  
 اے وہ کہ جس کی سعی مسلسلِ پیامِ فتح اے وہ کہ تھا عزائمِ پیہم میں صدقِ کوش  
 اے وہ کہ جس کی شانِ ہر تلمیذِ داوری اے وہ کہ جس کی بات بیانِ لبِ سرفروش  
 اللہ سے بے نیازئی منزلِ کسود ہا آغوشِ راہزن میں ترا کاروانِ ہوش

سن بے خبر کہ چرخ سے آتی ہے کیا صدا

مسلم ہے سہل کار تو مشرک ہی سخت کوش

اے مائی محفلِ پارینہٴ رحمِ کر (۴) اب لوٹ کر کبھی نہیں آئے گی بزمِ دوش  
 تھا در جو بھی تجھ پہ گزرا گزر گیا آٹھ اکہم سنائیں پیامِ لبِ سرفروش  
 ہر بیشیہٴ حیات میں صورِ عمل کا شور ہر ریشہٴ نبات میں نشو و نما کا جوش  
 ہر موجِ سراب ہے تفسیرِ صد پیش ہر قطرہٴ سحاب ہے اک برقِ شعلہٴ پوش  
 ہر ذرہٴ مرتش ہے بیانِ عشق کا ہر روحِ ہکتا کشِ ہستی میں عزمِ کوش  
 ہر تارِ سازِ گیتی ناپائیدار میں اب چھڑے ہیں شوقِ کدِ صد نغمہٴ ہوش  
 خمِ خانہٴ حیات سے تو بھی ہو جو عہدِ نوش اب بھی بنائے بزمِ محبت کو پر جوش

خوابیدہٴ روزگار میں حق کو پہکار کر

خونِ عمل سے محفلِ کن لالہ زار کر

## جناب زین الدین صاحب کرمانی

متعلم انٹرمیڈیٹ کالج مسلم یونیورسٹی

شاعر خود پرست ہوں طرح زنِ جہانِ دل  
دل کی لگی ہوئی فقط میرے سخن کا مدعا  
میرے نفس میں ہی نہاں مرگ و حیات آرزو  
سارا جہانِ رنگ و بو عکس میرے سخن کا ہی  
کونٹ مکاں میں ہر طرف میرے ہی دل کا نور ہے  
بہر ہرایت جہاں کتابوں دل کو مرحبا  
لکھنا حدیثِ خیر کا شیوہ اہل دل نہیں  
بھول کے جس کو بے ہنر کہنے لگے ہیں نچرل  
شاعر بے نقاب ہے وہ فطرت بے زباں ہے وہ  
کہتے ہیں زین اسی کو سب شاعرِ بزمِ معرفت

میرا بیاں بیانِ دل میری زباں زبانِ دل  
جس کو کچھ اعتراض ہو کر لے وہ امتحانِ دل  
دل ہے مرادِ جہاں میرا جہاں جہانِ دل  
روشنیِ بزمِ صد جہاں پر تو گلستانِ دل  
دونوں جہاں کے بھول ہیں بلبلِ بوستانِ دل  
نظم ہے داستانِ دل - شعر ہے ترجمانِ دل  
میں ہوں خود اپنی داستانِ میرا نشانِ دل  
اس کو مری زبان میں کہتے ہیں داستانِ دل  
سائے جہاں سے ہی الگ منزلِ کاروانِ دل  
جس کا بیاں بیانِ دل جس کی زباں زبانِ دل

## ساغر - جناب صمد یار خاں صاحب (سیما بی) علیگ

اے نقاد بزمِ معنی ممنون ہوں تیری پرستش کا (۱)  
میں شاعر ہوں جو ہی شاعرِ امام سرا میخانہ ہی  
ساتھی قلمِ مستی سے پیانہ پھر بھردیتا ہے  
سہیا کی ہر موجِ رنگیں اک شعرِ ناطق ہوتی ہی  
میں خود ہی نو لے لہجہ ہوں جو شورِ ادیب نہیں

تو مقصد پوچھنے آیا ہے شاعر کی ذہنی کوشش کا  
اک ہاتھ میں ہی ساتھی قلم اک چکی میں پیانہ ہی  
پیانہ جب بھر جاتا ہے ضربِ باری گرد دیتا ہے  
میں سحر جگا یا کرتا ہوں جب باری دنیا سوتی ہی  
وہ میرا شعر نہیں قطعاً جس میں راز کو نین نہیں  
”یہ میرا نصب العین نہیں“

شاعر کے نصب العین میں نشا قدرت کی تھرائی ہو

شاعر کے ذہن روشن پر کرنیں بن کر چھا جاتی ہو

ہر عرش بے اماں ذوق نظر میں کب محو دستی ہو (۳۷) گونا گوں کاپیکروں لیکن ادراک کی روشن بستی ہو

سب دھند و نقشِ قدامت کو میں اپنے پیچھے چھوڑ گیا تھا جن پہ عبا تاریکی وہ سارے شیشے توڑ آیا

اب دل کی غم ناکی جھکو تسکین مسرت دیتی ہے اب جن کی رعنائی جھکو پیغامِ حقیقت دیتی ہے

اب جھوٹی سچی باتوں سے دل میرا نفرت کرا رہا اب اس پہنسی آتی ہے مجھے جو لفظی آہیں بھرنا ہے

اب بے معنی فریاد نہیں اب بھل شور و شین نہیں یوں کھٹنا تجھ بن صبر میں یوں کھٹنا تجھ بن چین نہیں

”یہ میرا نصب العین نہیں“

بے صبر ہوں لیکن قلم کے احساس میں اگ قطرے کی طرح

بے چین ہوں لیکن مرکز سے گھبرائے ہوئے شعلے کی طرح

وہ نصب العین شاعر ہے جو نصب العینِ فطرت ہے (۳۸) جو مقصدِ مابین انسان اور فی مابین فطرت ہے

خواہیدہ ہو جو قوم اس کو پیغامِ بیداری دینا تاریکِ سرودہ ذروں کو احکامِ صوباری دینا

جذبات کی مردہ روحوں کو زندہ کرنا انسانوں میں تحفیل سے امت رس لیکر طرہ پرکھنا کانوں میں

پھولوں کے ریشوں میں کھو کر پھولوں کی فطرت پڑھنا کانٹوں میں ہو کر جذبِ غلش کی ہر نوعیت پڑھ لینا

عرفاں کے موتی چن لینا اسرار کی ہر گہرائی سے افکار کے سورج چمکانا انوار کی ہر چھائی سے

”یہ نصب العین شاعر ہے“

میں نبض شناس شاعر ہوں اُس کی فطرت کا ماہر ہوں

یہ نصب العین شاعر ہے، میں واقف ہوں میں شاعر ہوں

نہاتِ سحر کے سن لینا رنگین افق کے چنگوں سے (۳۹) تاریکی شب کو پڑھ لینا خاموش شفق کے رنگوں سے

انسانوں میں پیدا کرتے وہ عنصرِ انسانیت کے جو عظمت کے گواہ ہوں، آئینے روحانیت کے

تاروں کی عصمت میں چھپ کر تعلیمِ محبت کی دینا بیداری کا منہ دہو دینا غفلت کی آنکھیں سی دینا

دنیا کو نفس پرستی کے غاروں سے اوپر لے آنا      ذروں کی دھندلی پستی کو تاروں کے اوپر لے آنا  
مضراپ عمل سے چھو لینا تحریک کے قائم تاروں کو      عبرت سے پانی کو دنیا بد مستی کے انگاروں کو  
”یہ نصب العین شاعر ہے“

تجدید تعلق رکھتی ہے ہر نصب العین شاعر سے

پھر کس کا نصب العین ہو بڑھ کر نصب العین شاعر سے

دنیا کی ذہنیت پڑھ کر بن جانا درس نصابوں میں (۵)      ذہنوں کو مرتب کر دینا بن کر الفاظ کتابوں میں  
آئندہ نسلوں کے مستقبل کو رنگ غفلت دینا      جو پیدا ہونے والی ہیں اُن روحوں کو قوت دینا  
ترکیب عزم و جزم سے کچھ بہت دالے دل بنوا لینا      دنیا میں آنے والے طوفان کے ساحل بنوا لینا  
ایوانِ حکمت کو دنیا ترتیب نئے ”آئینوں سے“      اسرار اگلو الینا گرے سینوں کے گنجینوں سے  
دنیا کے ”حسنِ کمند“ سے تازہ جلوے پیدا کرنا      فنموں کو لے سے بھر دینا، نے سے نغمے پیدا کرنا  
”یہ نصب العین شاعر ہے“

قدرت اصلاحِ خلقت کی تکمیل پہ تہما قار رہے

باقی جتنی تحریریں ہیں ان سب کا مصلح شاعر ہے

حریت کے میدانوں میں اپنے رایت چمکاتا ہی (۶)      قومیت کے ایوانوں میں تنظیم کے نغمے گاتا ہی  
اصلاح کی تندلیں لے کر جاتا ہی خلوت گاہوں میں      تہذیب کی تشیلیں بن کر پھرتا ہی جلوت گاہوں میں  
جب قافلے اپنی غفلت سے چلتے ہیں راہِ باطل پر      وہ باہگ جس بیکرا کٹر گونجا کرتا ہی منزل پر  
مگر اہوں کو منزل کی طرف آنے کی دعوت دیتا ہی      وہ رہگیرِ دامندہ کو اُٹھنے کی قوت دیتا ہی  
وہ تاروں کی آنکھیں بن کر کرتا ہی سیراند میروں کی      سوچ کی کرنوں میں چھپ کر سنتا ہی گونج سوچروں کی  
”یہ نصب العین شاعر ہے“

یہ نصب العین فقط کامل شاعر کے دل میں ملتا ہی

مہمیں مگر جب ہوتی ہی جب ذہن کا تارا اکھلتا ہے

وہ رمز شناس معنی ہر فطرت کی طرف سے شاعر ہو (۷) یہ ہر سطحی تنقید مری، جذبات نگار، خاطر ہے  
 وہ ملت کی ذہنیت پر چھا جاتا ہے۔ حالی بن کر  
 اکبر کے لطافت میں چھپ کر اصلاح کی خوش کنیتا،  
 خیام و حافظ کی لے میں گاتا ہی ترانے مستی کے  
 اُسکھے ہوئے راز ہستی کو لفظوں سے سلجھا دیتا ہے  
 فطرت کے معنوں کو اکثر باتوں میں سمجھا دیتا ہے  
 ”یہ نصیب العین شاعر ہے“

شاعر ہے وہی جو ہر لے میں فطرت کے ترانے گاتا ہو  
 ساز دل کے ہر پردے میں اپنی آواز سُنا تا ہو  
 ”شاعر“ خود نصیب العین ہر فطرت کے عزم صدیقی کا (۸) ہر رنگ اُس کے اہنگ میں ہر قدرت کی ہم آہنگی کا  
 وہ خود اک مقصد ہو کامل خود فطرت کا مقصد ہو وہ  
 ہر نصیب العین میں پنہاں ہو ہر مقصد میں موجود ہو وہ  
 ہر اس کا ہی نقش جادہ تقلید کے قابل عالم میں  
 الفاظ سے اس کے سجتی ہی الہام کی محفل عالم میں  
 فطرت کے ”کلیم عظم“ سے ہر وقت مخاطب ہوتا ہے  
 ”طوطی پس آئینہ ہے“ جو سُنا ہے وہ کتاب ہے  
 ”یہ نصیب العین شاعر ہے“

جب نے کی نوا آتی ہی نہیں اس کا نغمہ اور بین ہی کیا؟  
 جس پر فطرت خود قادر ہے پھر اس کا نصیب العین ہی کیا؟

## سیماب - جناب مولوی عاشق حسین صاحب - اکبر آبادی

جب لوحِ محو خواب ہو جب خواب سکر آمیز ہو (۱) جب ہو جو دا گئیں فضا۔ مستی غفلت تیز ہو  
 جب موجِ انکار میں ہو انتشا۔ مستقل  
 جب ورطہ ادب ارکی ہر موج طوفاں خیز ہو  
 جب ہر نفس ہو مضطرب، ہر سانس غم انگیز ہو  
 جب خاطرِ مجروح کا ہر سانحہ خوں ریز ہو  
 جب نشرِ احساس خود دل کی لگوں کو چھیڑ دے

جب آدمی مظلوم ہو، اور زندگی مظلوم ہو جب بے کسی کے سامنے ہر وقت اکٹنگیر ہو

اُس وقت شاعر سے کوئی تخیل کو تکلیف دے

اجزائے نظم و نثر کو رنگینی تالیف دے

شاعر کا عین فرض ہے، تسکین دے جذبات کو (۲) کر دے جیتا تابشیں تاریک حسیات کو

پھولوں کے دل میں کھول دے باوجود چن کے راستے ہوا کر دے دشت میں پھیلے ہوئے ذرات کو

سوئے فنا کے جوڑ دے سرچشمہ جاوید سے دے اک حیات تازہ تر، دنیا سے محسوسات کو

نغموں سے اپنے پھونک دے پرمردگی میں تازگی تبدیل کر دے کیف میں، مایوسی حالات کو

اُسٹے اور اپنی ہمت تحقیق کو کر دے بلند جب حادثوں کے خون سے تھرائیں تاریکات کو

چھا جائے ہستی زار پر صبح نکالیں کی طرح

بر سے دل بیدار پر امام رنگیں کی طرح

شاعر کے نصب العین میں، تقدیس استحکام ہے (۳) ہر شعر میں اک درس ہی ہر لفظ میں امام ہے

شاعر کے نصب العین میں، عزم الہی ہو نہاں اس کے قلم کی ہر ٹپ فطرت کا ایک پیغام ہے

شاعر کے نصب العین میں، عرفان کی صوبیں ہیں بلند آغا ز اس کی فکر کا، وابستہ انجام ہے

شاعر کے نصب العین میں، ہے کامیابی خلق کی مقصد میں اپنے اس لیے وہ قطرہ ناکام ہے

شاعر کے نصب العین میں، ہیں دو جہاں کی برکتیں نظروں میں صبح عرش ہے، تحت انشائی کی شام ہے

پیدا ہوا ہے فکر کی مشکل کشائی کے لیے

شاعر ہے ”آواز خدا“ ساری خدائی کے یو

شاعر کا نصب العین ہرگز ایک ہو سکتا نہیں (۴) وہ زندہ کش ہے کہیں اور مصلح عظم کہیں

جب مست ہے تو اس کی نظروں میں ہر ساقی ازل جب ہوش میں ہے، محفل عالم کا ہر مسند نشین

مجزو ہے تو ہے حقیقت فاش اس کے جذب میں سالک ہے، تو ہے قافلہ سالار ارباب یقین

قائد بھی ہے، مرشد بھی ہے، عابد بھی ہے، ناقد بھی ہے کثرت میں لا محدود ہے وحدت میں ہر خلوت گزین

وہ حسن کا شاہ بھی ہے اور عشق کا مشہود بھی ساجد بھی ہے مسجود بھی لگا ہے چناں گاہی چنیں

جو کچھ ہے، عیا ہے، جہاں ہے، ساحل کو تین ہے

اب کیجیے فرقہ فیصلہ، کیا اُس کا نصب العین ہے

عشرتِ کدوں میں اس کے نصب العین سے نوروز ہر (۵) ماتم کدوں میں اس کا نصب العین مطلق نوروز ہر

وہ آخری مقصد ہے سرد گرم رزم و ہزم کا وہ رونق ایواں ہے، وہ میدان میں فیروز ہر

صبح الہیات کا نور شید ہے نور آفریں شام سیاست کی اک شمع شب افروز ہر

اصنافِ نفیسات میں اس سا کوئی ماہر نہیں درس طبعیات میں پیر جہاں آموز ہر

مرد تصور ہی نہیں، کامل مصور بھی ہے وہ ”فی الحقیقہ“ میں اسی کا ذکر خیر اندوز ہر

قہمت ہوئی تخیل کی آوردہ تقدیری اسے

فطرت نے خود تفویض کی شان ہمہ گیری اسے

بس وقت کوئی کارواں غمربیک رانی کرے (۶) اُس وقت شاعر سے کہو، اے حدی خوانی کرے

جب ہیئتِ اقوام میں پڑھنے لگیں دشواریاں اُس وقت شاعر سے کہو، تدبیر آسانی کرے

جب گردِ آریاس میں چھپ جائے سارا قافلہ اُس وقت شاعر سے کہو، سعی در نشانی کرے

جب شورِ ثنوں کے بعد بھی ممکن نہ ہو اک انقلاب اُس وقت شاعر سے کہو، خون جگر بانی کرے

جب ایک بھی آنسو نہ چشمِ خلق میں باقی رہے اُس وقت شاعر سے کہو، اک نالہ ارزانی کرے

شاعر کو ہر بے چین دل کا چین ہونا چاہیے

اب تک نہیں، تو اب یہ نصب العین ہونا چاہیے

## جناب علی شروانی

خراب فکر یعنی شاعر بے برگِ سماں سے

فراغت ہو اگر زلفِ وزخ و چاہِ زرخِ الٰہ سے

کسی نے آکے پوچھا ایک تصویر پریشان سے

کر لے وابستہ و فانیخِ نشیں کچھ تنہائی



بتادے ہم کو تیرا تنہا سے آرزو کیا ہے      تو کیا لینے کو آیا ہے نہایت گوارہ امکاں سے  
یہی موضوع فکرِ نرم ہی کہہ دی جو کہنا ہو      کہا کیا پوچھتے ہو دورِ حاضر کے مسلمان سے  
نہ ہونا منزل مقصود نصبِ اعلیٰ ملت ہی      چلا ہی قافلہ سراسر مانے کو وہ بیاباں سے  
نہ پوچھو فردِ ملت سے کہ ہر کو جا رہا ہے تو      کہ مثلِ خار ہی لٹپٹا ہوا ملت کو داماں سے  
فقیرِ مینوا کا مطلب مقصود کیا ہو سکا ،

### تہیدِ رستم قسمتِ خاک لیجائیے دو کاں سے

کہا تجھ کو ہوائے سیم و زر معلوم ہوتی ہے      رخِ زیبائے دولت پر نظر معلوم ہوتی ہے  
یہی رشکِ پری سا سے پرستانِ بہن میں      مریضیاں ہوس کی چارہ گر معلوم ہوتی ہے  
اساسِ سلطنت قائم ہو اسکے رکنِ محکم پر      یہی فرمانِ روا کی مجرور معلوم ہوتی ہے  
تمنا علمِ فضل و خیر و اصلاح و سعادت کی      بغیر اسکے دعائے بے اثر معلوم ہوتی ہے  
اسی کے دم سے دنیا کا چین شادابِ خدا کا      شبِ غم اسکے پرتو سے سحر معلوم ہوتی ہے  
سرافلاس پر باطل کی فوجیں حملہ آور ہیں      یہی دینِ الہی کی سپر معلوم ہوتی ہے  
دردِ دولت پہ اسکے ذلت و شرم و ندامت سے

### تہیدِ رستمی جھکائے چشمِ دوسر معلوم ہوتی ہے

کہا وجہِ معیشت کے لیے حاجت ہی دولت کی      مگر یہ منزلِ اقصیٰ نہیں اربابِ ہمت کی  
جہاں حرص ہوئے اسکو نصیبِ الینِ ٹھیرایا      زمیں پر آ رہی بنیادِ اخلاقِ شرف کی  
بہیشہ کے لیے پوشیدہ زیرِ خاک ہیں گویا      دفائنِ جنگ لاکھوں حسرتیں اصحابِ ثبوت کی  
فسانہ گنجِ قاروں کا تہیں ہو بلکہ قدرت نے      لکھی ہو آبِ زر سے داستانِ میناے عبرت کی  
جہاں کی ذلتوں کے بعد دولت ہاتھ آتی ہے      مگر ہمراہ لاتی ہے ادائیں کبر و نخوت کی  
سفرِ ہر برقِ باراں ہو مرضِ ہومرگِ شادی ہو      نہیں ہو تشنہِ زرخوارِ جازتِ استراحت کی

ہزارا بنا رہیم دزر سے قیمت میں گراں تر سے  
ہما و جالفتِ فی اشرفِ انواعِ خلقت کی

کہا شاید تجھے مرغوب ہو ذوقِ تن آسانی  
 سر لے خوب و سامانِ نقیش کی فراوانی  
 تیرا ماحول ہو ایسی فضا و عیش کا حال  
 نہ جس میں عجزِ زحمت و فکر و پریشانی  
 حرمِ ناز کے خدامِ خوانِ من و سلوی سے  
 بجلا لائیں تھے کام و دہن کا فرضِ ہمائی  
 ادا نہیں دیکھ کر تیرے لباسِ رنگِ روغن کی  
 بنے اکینہ دیوار بھی تصویرِ حسیرائی  
 ”کنا ر آب رکن آیا و گلگشت مصلے پر  
 خرامِ ناز ہو عزتِ فزائے فرشِ کاشانی  
 حدیث و بذلہ سخی نرم یارانِ طریقت کی  
 کرے کوتاہ گویا قضہٗ ساعاتِ طولانی

نظامِ کار ہو سکین احساسِ تفتن کا  
 سماعِ ویر و تفریح و شکرِ خوابِ غزنو خانی

کہا تو نے مجھے دورِ فلک سے پیچر جانا  
 شرابِ ارغوانی سے مرے دامن کو تر جانا  
 شکستِ غنچہٗ صد برگ سے ظاہر ہے گلشن میں  
 کتابِ عیش کے اوراقِ رنگیں کا بکھر جانا  
 غروبِ آفتابِ زندگی کا پیشِ خمیہ ہے  
 خطِ نصف النہارِ نوجوانی سے اُتر جانا  
 خراباتِ جہاں میں تھا چمکنے کے لیے گویا  
 میٰ لذات سے پیمانہٗ عشرت کا بھر جانا  
 نہیں کوئی حقیقتِ مستیِ عیشِ دو روزہ کی  
 گر اپستی میں جس نے اس کو منظورِ نظر جانا  
 پرستارِ یوس کا لازمی انجام ہوتا ہے  
 ذلیلِ خستہ و ناکام دنیا سے گزر جانا

ہزاروں آشناس و رطلہٗ غزنو خوار میں ڈبے

کسی نے بھی نہ جانا جن کا جینا اور مر جانا

کہا لے حالِ گھنٹہ ہائے علم و دانائی  
 ترا دل ہے مگر معشوقہٗ شہرت کا شیدا  
 کمالِ خود نمائی لازم و ملزوم ہیں گویا  
 جہاں شانِ کمال آئی ہو عاشقِ تماشا  
 نتیجہ ہے کسی محبوب کے ذوقِ تجسلی کا  
 یہ سارے عالمِ ایجب دکی ہنگامہٗ آرائی  
 جیسے صن کو در پردہ خود مشہور ہونا تھا  
 لکھی تھی عاشقِ محروم کی قیمت میں سوائی  
 اسیرِ نافہ بوسے مشک ہرگز رہ نہ سکتی تھی  
 نہ تو ناقصِ زندانِ اودر زنداں سے نکل آئی

یہی خواہش ہے جو میدان ہستی میں سکھاتی ہے شجاعت کو اولوالعزمی ادب کو خامہ فرسائی

گماں ہے محفل صحرانشینانِ تحفیل کا

کہ ہے تو بھی اسی لیلے سرگرداں کا سوائی

کہا لے باز جوئے راز ہستی آفریں تجھ کو سکھایا کس نے انداز کلام دینش تجھ کو  
اگر محبوب ہو وہ شاہد روشن جس تجھ کو تو پھر حاجت کسی منزل میں ہزن کی نہیں  
ریا کاری جسے کہتے ہیں شہرت کی تمنا ہو ملا ہو زہر میں حل ہو کے ذوق انہیں تجھ کو  
فضا میں بجے گل کے ساتھ اڑنا چاہتا ہو تو لیے جاتی ہو دنیخ میں ہوئے آتشیں تجھ کو  
ملا کر عزتِ اخلاص خاک خود نمائی میں نہ کرے شہرت دنیا کیں سولے دیں تجھ کو  
جسے شام و صبح خونِ جگر سے تونے پالا ہو نہ کھالے اڑ دہا نکرو و مارا آستیں تجھ کو

مجھے لے از جواب شوق تنہائی ستا تا ہو

مے اشغال کہتے ہیں سلام واپس تجھ کو

کہا ممکن نہیں ہرگز کہ محروم متا ہو وہ پہلو جس کے پردہ میں دل اڑتہ بہتا ہو  
ترا مقصود خاطر ہم نے اب سمجھا کہ ایسا ہو خموشی ہو شب تاریک ہو دیوانہ نہتا ہو  
سرطاعت رکھا ہوا ستاں بے نیازی ہو زباں پر میسے خالق میری والک میسے ملا ہو  
تغافل کا نشان مٹ جائے گویا ذکر پیہم کو شبِ اعمال میں صبح سعادت آشکارا ہو  
اٹھیں پہلو میں ایسے دلوںے جوشِ مجرت کے کہ سارے قلمزم ہستی میں اک طحان بریا ہو  
وجودِ غیر کو محویتِ صادق فنا کر دے لگا دھیس میں سارا جہاں یلیٰ ہی لیلیٰ ہو

نہ آئیں زلزلے جمعیت خاطر کی دیا میں

ثباتِ قلب کو آشوبِ محشر کا نہ کھٹکا ہو

یہ سنکر شاعر بیتاب کا دل پھٹ گیا گویا ہوئے احساس کی دنیا میں سو محشر بیا گویا  
سمٹ کر آگیا دریائے خوں آنکھوں کے پہلو میں سمٹ کر ایک ہی جنبش میں دو کوزوں میں غما گویا

ابھر آئے جس پر انفعال و شرم کے قطرے  
 خموشی بن گئی آئینہ باطن مناسکین  
 مصلوہ کا قلم درکار تھا شرح حقیقت کو  
 فسانہ ختم ہوتا ہے بس اتنا رنگ باقی  
 اٹھا کر آنکھ سوئے آسمان دنیا سے حسرت کی  
 اُلا لیا ایسا تاتی اور کسا و ناولا  
 شب تاریک و بیم موج و گردِ اپنے نہیں ہائل  
 ہم کام نہ خود کامی بہ بدنامی کشید آخر  
 نکل آئی مجاہدوں سے عروس بدعا گویا  
 زبان کو حال دل نے کر دیا بے دست و پا گویا  
 کہ راوی کے لیے ناگفتی تھا ماجرا گویا  
 کہ جب کم ہو گیا شاعر کا وجد خود ریا گویا  
 دل مجروح سے اک آہ کی ادویوں ہوا گویا  
 کہ عشق آس نو داول ملے افتاد شکلا  
 کجا داند حال ماسکسارانِ ساحلہا  
 نہاں کے ماند آں راز سے کز وسازند مغلہا

## مشرق - جناب لطیفی صاحب

دیدہ شوق سے ہو محو تاشا مشرق  
 دیکھ دہ پردہ اٹھا صورتِ آزاد سی  
 جو حرارتِ ہوازل سے تری سینے میں نہا  
 قصرِ مستی کی بنا ڈال نئی صورت سے  
 جس کی تلچھٹ میں بھی ہو حب وطن کی  
 طبعِ مغرب میں دو کوئی نہیں ہے جس کی  
 خود گریں گے تجھے آنکھوں سے گرا نیو لے  
 سرفروشی کا اسی مرد کے سر ہے سہرا  
 شب پرستوں کو وہ لاتا نہیں خاطر میں بھی

از سر نو ہے مقابلِ رخِ زیبا مشرق  
 تیری آنکھوں سے لیے ہمیں اچھا مشرق  
 بزمِ سخن بستہ میں کراؤں کو ہوا مشرق  
 تیرے دشمن تجھے کہتے ہیں پرانا مشرق  
 اپنے رندوں کو پلائے وہی صہبائِ مشرق  
 تو اسی دردِ نہاں کا ہے سیا مشرق  
 ہم سمجھتے ہیں تجھے آنکھ کا تارا مشرق  
 جس کے سر میں ہو سمایا ترا سودا مشرق  
 جو ہوا تیری سحر گاہ کا شیدا مشرق

یہ لطیفی کی دعا ہے کہ خدایا ان فرنگ

ترے در پر ہوں ابھی ناصیہ فرما مشرق

## شاعر کا ترانہ : نامعلوم الہام

عجب اک عالم کفیت و لطافت ہو مری دنیا  
مری اقلیم کی وسعت زمیں سے آسمان تک ہے  
جو آنکھیں بند کر لوں چشم باطن کھول کر دیکھوں  
اگر جاموں تو پروازِ تخمیں کی لطافت سے  
کبھی جھیلوں سے دلچسپی کبھی دریا سے دلچسپی  
کبھی بے حاصلی میں روز و شب برباد ہوں  
رباب دل سنا تا ہوں پہاڑی آبشاروں کو  
میں آکر شب کی تمنائی میں سب سے چھپا کر رہا ہوں  
میرے کانوں میں شب کو وہ ندائے دردا آتی ہے  
یہ وہ نقشے ہیں جن میں اس قیامت کا ترنم ہے

شفق کا رنگ ہی پھولوں کی نکلت ہو مری دنیا  
مری تخمیں کی رفعت حد و دلا مکان تک ہے  
تو ہر ذرے میں صحرا، ہر ستارے میں قمر دیکھوں  
نکل کر ہی دکھا دوں عالم امکان کی وسعت  
کبھی خلوت کدوں میں ساغر و مینا سے دلچسپی  
کبھی بیکار نہتا ہوں کبھی بے کار رہتا ہوں  
تخمیں کے پردوں پر اڑ کے چھو آتا ہوں تاروں  
نیم گرمی کے آب گرم سے تکیے بھگوتا ہوں  
جو سازوں کے ہر پرے کو آکر چھیڑ جاتی ہے  
کہ معنی کچھ نہیں پھر بھی سماعت کیف میں گم ہے

غرض اک رازِ پنہاں ہے یہ سرشاری یہ سرمستی  
کبھی پستی میں رفعت ہے بلندی میں کبھی پستی

مری مانند دیکھا اگر مناظر چشمِ عبرت سے  
حقائق سب عیاں ہو جائیں گے زندانِ ہستی کے  
نولے شوق سے بھر لے رباب دل کے تاروں کو  
فصائے قلب کو لبریز کر دیوانِ فطرت سے  
بلندی کی طرف یجائیں گے جذباتِ پستی کے  
نظر میں جذب کرے ساری دنیا کی بہاروں کو

# کلام غیر طح

## جناب جگر مراد آبادی

نالہ پابندِ نفس اسے دل ناشاد نہیں  
 اب یہ کیا بات کہ آیا دہیں شاد نہیں  
 عشقِ محروم اثرِ اوسم ایجا دہیں  
 آنکھ کمرے جسے وہ عشق کی دودا نہیں  
 ہم وہ مدہوشِ ازل ہیں کہ الٹی توبہ  
 نقشِ بکرا سے رہنا ہے سنو یا نہ سنو  
 موت ہے ذوقِ طلب کے لیے عزمانِ جھول  
 مستی غم کا ہے ادراک جسے کہتے ہیں درد  
 آنکھ غافل ہے کہ ہے تشنہ دیدارِ ہنوز  
 پھونکے قیدِ قین کو بھی لے برقِ چال  
 تم نے کیوں انجمنِ ناز میں تیور بدلے  
 غمِ سلامت ہو تو کر لے گا بہت دل پیدا  
 دوہری منزلِ عرفانِ خودی اور یہاں  
 بے خودی کا ہی یہ عالم کہ خدا یاد نہیں

مختصر ہے مری ہستی کی حقیقت یہ جگر  
 مجھ میں آباد ہیں سب میں کہیں آباد ہیں

ولہ

جو جہنم میں بھی فردوس بہ داماں ہونگے  
 دیکھ لینا وہ ہمیں سوختہ سا ماں ہونگے  
 وہ جد ہر ناز سے بے پردہ خرا ماں ہونگے  
 ڈرے سچا مکتبِ مست و غرلخو ان ہونگے

لاکھ صحرا دل ہر ذرہ میں رقصاں ہونگے  
 ایک درپردہ کشاکش سے پریشاں ہونگے  
 نہیں معلوم وہ کس وضع کے انساں ہونگے  
 جمع سب جن کے اجڑے پریشاں ہونگے  
 میری حیرت کی قسم آپ اٹھائیں تو نقاب  
 میں چھپا تا ترے اسرار محبت ظالم  
 وسعتِ شوق میں کچھ ڈرے ہیں دل کے محفوظ  
 عین قربت میں بھی ہم تو ہیں جہنم بہ نفس  
 دشت و دشت نے اڑائے تو میں لکڑی ٹکڑے  
 تجھ کو گلشن کی قسم چھڑنے لے یا دسھر  
 حسنِ آزادئی زندانِ بلا کیا کہئے  
 پیوند دے اس کو بھی لے برق بجلا جال

حُسن تک دیکھ لیں سب جن کے جلوں کی بہار  
 نعمتِ بریطِ غم، کیفیتِ اثرِ شورشِ حباں  
 حن بے قید سہی عشق بھی محمد و تنہیں  
 شعلہ سمانی غم پر نہ کرو ناز جگر  
 مجھ تک آئے تو مرا حال پریشاں ہونگے  
 انہیں پردوں سے کسی دن وہ نمایاں ہونگے  
 مجھ کو پائیں گے جہاں تک وہ نمایاں ہونگے  
 تم سے کہتے ہی جگر شعلہ بہ داماں ہونگے

## جناب مولوی غلام امین صاحب نہیں و مختار بدایوں

اثر کا نام و نشان نالہ و فغاں میں نہیں  
 کمی و فتنہ کی دل زار و ناتواں میں نہیں  
 مری نظریں تفاق ہو انتہائے ستم  
 تری اداسی نوید بقا - قضا بھی سہی  
 ازل میں صرف دل بے قرار کی خاطر  
 فسانہ گو گو ہٹا - آہ جاں گداز سے سن  
 وہ بڑھ رہی ہیں شعاعیں وہ اٹھ رہی ہیں  
 غم حیاتِ دوروزہ بہت غنیمت ہے  
 کہیں سے آہ اثر کو بھی کھینچ لاسے گی  
 نگاہِ یاس یہ کیا کہ گئی دم آخر  
 جنوں کو تنگی دل کا گلہ نہیں یا رب  
 عجیب مضطرب اعمال تھی بہارِ شباب  
 تری تلاشِ نظر کے لیے مقام ہے  
 نگاہِ نازیہ سفاکیاں اشاروں میں

ٹھہر کر رازِ طلب سبھی رانگاں میں نہیں  
 بس امتحان کا ڈر ہے کچھ امتحان میں نہیں  
 مگر یہ آپ کا حصہ ہے آسماں میں نہیں  
 یہ شان اور کسی مرگ ناگساں میں نہیں  
 ملی وہ نجات کو گردش جو آسماں میں نہیں  
 وہ داستان کا ضمیمہ جو داستان میں نہیں  
 سنبھل مذاقِ نظر! دیر امتحان میں نہیں  
 کہ روح کششِ عمر جاوداں میں نہیں  
 اثر زباں میں ہو کیا اثر جہاں میں نہیں  
 اب اعتذار کی طاقت بھی نیم جاں میں نہیں  
 وہ دعائیں بسے دی ہیں جو لاکھاں میں نہیں  
 مگر وہ روحِ تلون اب اس خزاں میں نہیں  
 کہ ہر مکان میں ہو تو اور کسی مکان میں نہیں  
 کہ میسے قتل کا فتویٰ مری زباں میں نہیں

دلِ حزیں بھی ہے جانِ ضعیف بھی ہو امیر  
 مگر وہ ذوقِ غزل پیسہ ناتواں میں نہیں

لے اس غزل سے لے کر آخر تک کا کلام دیر میں موصول ہونے کے سبب خلاف اصل ترتیب آخر میں درج  
 کیا گیا - مرتب



# شاد-جناب یا تو تربیتی سرن صاحب بی۔ اے۔ ال۔ ال۔ بی

## میں پوری

<p>سکون دل میں نہیں اضطرابِ جاں میں نہیں          قرارِ یاس بھی حاصل غمِ ہنس میں نہیں          دلِ حزیں میں نہیں جانِ ناتواں میں نہیں          ملائے اپنی نگاہوں سے اور مرے دل سے          ہوئے شوق بھی آلودہ نظر کیوں ہو          کسی کو ذوقِ جنوں خیز بھی تو حاصل ہو          نگاہِ نازِ عطا کر دے ہستی دل کو          اس اتصال میں گنجائشِ نظر کیسی          کہاں سے دل کے دھڑکنے کی آہی ہر صدا          ہزار بار ملے پھر بھی روح و تن نہ ملے</p>	<p>وہ رازِ ہوں کہ جو خود فہم رازِ داں میں نہیں          اسی جہاں کی فضا میں اسی جہاں میں نہیں          عیاں عیاں میں نہیں کچھ نہاں نہاں میں نہیں          وہ ایک شستہ باقی جو جسم و جاں میں نہیں          غبارِ ویدِ سرے حسنِ راہِ بگاں میں نہیں          بہار میں وہ بلائیں ہیں جو خزاں میں نہیں          وہ اک نفس جو غمِ عیشِ جاوداں میں نہیں          گذرِ خیال کا جس قربتِ نہاں میں نہیں          کوئی نشانِ مرے زخمِ بے نشان میں نہیں          کوئی مکان میں نہیں کوئی لامکان میں نہیں</p>
--	--

جناب شاد کی اس بخود ہی کو کیا کیئے

خود ہی یقین میں نہیں ہو خدا گماں میں نہیں

## شاعر کا نصب العین

جناب مولوی محمد حاذق صاحب ایم۔ اے۔ ال۔ ال۔ بنی۔ فارسی۔ لکھنؤ۔

(مسلم یونیورسٹی علی گڑھ)

کشمکشِ زارِ حیاتِ مادی سے برکنار  
 جھومتے ہیں دہد میں آکر اور سر دہسی  
 لالہ رنگینِ قبا ہے اور بیانِ دلِ عشق  
 دے دیا آخر شعاعِ خورشید نے پیغامِ وصال  
 اس طرف کبابِ درسی جو خرامِ ناز ہے  
 گنتی مضطرب ہیں بنگا ہیں ہر عالمِ تاب کی  
 کون جانے کس کی نظروں نے کیا اس کو گزار  
 شاعر رنگینِ مذاکب تک رہے آخر خموش  
 صحنِ فطرت سے نہ کیوں شاعر کو موجوش نوا  
 خود بخود اُٹھتی ہیں موجیں نغمہ بیتاب کی  
 مختصر لفظوں میں ہو شاعر کی بس یہ کائنات  
 ایک شاعر کو بسیطِ خاک سے کیا واسطہ  
 ایک شاعر کو غمِ سود و زیاں سے کیا غرض  
 ننگ ہی ہنگامہ ہستی سے دل چسپی اسے  
 عالمِ وارفتگی میں دیکھیے جائے کہاں  
 آپ اپنا درعاس ہے نغمہ رنگینِ شعر

دامنِ صحرا ہے یا گوارہ حسنِ بہار  
 نغمہ پر لب اس طرف رقصاں ہی موجِ جو بہار  
 بلبلی شیریں نوا ہی اور حدیثِ حسنِ یار  
 برگ گل پر کب سے شبِ بنم کر رہی تھی انتظار  
 اس طرف طاؤسِ رقصاں ہی میانِ لالہ زار  
 کیوں لبِ گل پر نہ آئے خندہ بے اختیار  
 اک خردوشِ متقل ہے اور جانِ آبشار  
 دیکھ کر تر دستی فطرت کے نقش و نگار  
 چاندنی سے جبکہ ہوتا ہے سمندر بے قرار  
 جب بنگا ہیں جلوہ رنگین سے ہوتی ہیں دھار  
 ایک آہِ مضطرب اک گریہ بے اختیار  
 اس کی فطرت ہی حریمِ قدس کی آئینہ دار  
 عالمِ لاہوت سے جاری ہو اس کا کاروبار  
 ہر تحلی کی فضا سے قدس اُس کی رہزدار  
 شوقِ نامحدود اور منزل ہی ناپید رکنا  
 جستجوئے گوہرِ مقصود ہے شاعر کو عار

پوچھتے ہیں آپ کیا شاعر کا نصب العین ہے	یاں زمین و آسمان کا فرق فی ما بین ہے
--	--------------------------------------

پاک ہوا ان خاوض سے گلستانِ شاعری بے نیاز گوشِ سامع ہے زبانِ شاعری شعلہ بے تاب ہے برقی تپانِ شاعری بے خودی بے اختیاری ہی نشانِ شاعری ہی حرام اُس پر سجدہ آستانِ شاعری نہم ہو سکتی ہے کیوں گرد آستانِ شاعری جستجوے گوش میں کب ہے فغانِ شاعری بے نیاز دو جہاں ہے نکتہ دانِ شاعری غایت و مقصد سے ارفع ہے جہانِ شاعری ورنہ سعی دل کشی ہے نگِ شانِ شاعری مختصر الفاظ میں یہ ہے بیانِ شاعری کھینچنا آساں نہیں ہے کچھ کمانِ شاعری فلسفی کیا خاک ہو گا راز دانِ شاعری ہی خدا سب سے زمین و آسمانِ شاعری غیب سے لاتا ہی ہا لث ارمغانِ شاعری	پوچھتے کیا مجھ سے ہو سود و زیانِ شاعری آپ اپنے ذوق سے ہی شعر کا روئے سخن اس کی فطرت بے قراری اس کی ہستی نہ خطا جرم ہے اس بزمِ مدہوشی میں قصد و اختیار شعر سے جز شعر جس کا اور کچھ مقصود ہو حسنِ نامحدود فطرت اس کا نصب العین ہے آپ سینے یا نہ سینے نعمت ہائے عندلیب روز اک دنیا نی آباد کرتا ہے خیال اس کا سرشتہ تاثر اس کی خاصیت اثر خود بخود کھینچتے چلے آتے ہیں اس کی طرف دل کا اندازِ پیش ہو نغمہ بیتاب میں فکر کے بازو میں خلاقی کی طاقت چاہئے فلسفہ درکِ حقائق شاعری تخلیق حسن یاں تجربہ ہی بصیرت، جبری یاں اختیار معصیت ہی اس حرمِ فیض میں سعی و تلاش
--	--

کیوں نہ بزمِ لامکان تک ہو پر پروازِ شعر  
خود اُسی دنیا سے لب تک آتی ہو آوازِ شعر

خاکدانِ آب و گل میں عالم جاں دہکتا پردہ شب میں بہارِ صبحِ خندانِ دہکتا	شاعری کیا ہے فروغِ حسنِ بہاں دہکتا عشرتِ فردا پہ سرِ دھنا غمِ امروز میں
---	--

<p>             حسن کا اک نقطہ موہوم دکھ کر سامنے              تاسوا دلا مکاں کرنا نگا پوسے جنوں              کاٹ دینا سوزشِ بہیم میں ساری زندگی              قم باذن اللہ سننا شورشِ فریاد میں              سینہ رخ سے طلب کرنا شہرِ از زندگی              روح کو بیدار کرنا نغمہ سیراب سے              ذرّہ بے مایہ سے لینا سراغِ آفتاب              نغمہ نشادی سے لینا نوحہ غم کا اثر           </p>	<p>             ہر قدم پہ منزل مقصد گریزاں دیکھت              تابدا مانِ ازل چاکِ گریباں دیکھت              رازِ محفلِ صورتِ شمعِ شبستاں دیکھت              چشمِ گریاں میں سراغِ آبِ جواں دیکھت              جوہرِ آئینہ میں رقصِ رگِ جاں دیکھت              معنی بے لفظ کی تصویرِ عریاں دیکھت              قطرہِ ناچیز کو بریز طوفاں دیکھت              صبحِ عشرت میں سوادِ شامِ ہجران دیکھت           </p>
---	--



# شاعری کی حقیقت

از احسن مارہروی

الایا ایہا الشاع' سنا وہ نظم روح افزا	کہ پائیں جس میں کیفیت مثالِ نشہ صہبا
مکمل شعر کا ہو بہو اے قلقلِ مینا	بنے دروازہ اے خانہ ہر اک مصرعِ زیبا

صدائے شعر خوالی سرسبز رندوں کی ہوتی ہو  
مخالف مے کدے سے محفلِ معنی نہ مطلق ہو

نشست اس طرح لفظوں کی ہو جیسے مجمعِ رند	دوا اے حرفوں کے مانند جامِ و شیشہ، و فنجان
جو کاغذ قابلِ صافی تو نقطے کا گ کے شایاں	ہر دیا ساقی کو کثر! جیسا ہو یہ سب سامان

مرا آئے شرابِ گمنہ کا اس تازہ پانی میں  
چلائیں کشتی سے ہم طبیعت کی روانی میں

شرابِ گمنہ کیا؟ یعنی پرانی شاعری، جس پر	نئی تہذیب والے معترض ہوتے ہیں یہ کہہ کر
گل و بلبل کے افسانے وصالِ ہجر کے دفتر	ہوئے بوسیدہ و پارینہ ان کو چھوڑ دو ویکسٹر

بصدِ تنہا رگیوں بے کاریہ اذکارِ پیہم ہیں  
نیا منظر نئی باتیں نئے مضمون کیا کم ہیں

یہ گنا ایک حد تک نوجوانوں کا بہت سچ ہے	قدیم اشعار میں آخور کی بھرتی کچھا کچھ ہے
اب ان باتوں میں کیا رکھا ہے بے کارانِ کالاج ہے	نہیں جو قابلِ تسلیم کیوں اس بات کی بچ ہے

بعینہ بس یہی حالت ہے گراہِ جنالی میں  
مولتی مٹھ چلا یا کرتے ہیں جیو جگالی میں

مگر بایں ہمہ بے کاریہ میں ہو نہیں سکتا	اگر آگے اس سے کوئی غافل سو نہیں سکتا
سنا و ر قلمِ معنی کا پتھر ڈھونڈ نہیں سکتا	اگر چاہے، تو شعاعِ وقت اپنا کھو نہیں سکتا

ہر اک رنگِ سخن مجموعہٴ نیرنگِ مضمون ہے  
نہایتِ شاد و نہایتِ غم و نہایتِ ہجر ہے

نہیں سب! شاعری کیا چیز ہے، کیا کرتی دھرتی ہے جوشے آتی ہے اس کے قبضے میں وہ کب بکھرتی ہے	یہ اس کا کام ہے۔ کوزے میں لگ دیا کو بھرتی ہے کہ ساری منتشر چیزوں میں پیدا میل کرتی ہے
نیچے میل کے جو کچھ بھی ہوتے ہیں وہ ظاہر ہیں سمجھتے ہیں حقیقت خوب اس کی جتنے ماہر ہیں	
یہ ہے فنِ لطیف، اک ذی خرد نقاش کی صورت بڑی ہیں جو نظریں ہے انھیں سے دل کو بھی لگتا	چھپاتی ہے انھیں چیزوں کو ہوتی ہیں جو بہت جھمی تو شاعری سے ہوتی ہے مانوس اک خلقت
نہ کیوں کر شاہد معنی ہو کیا حسن صورت میں نہاں اک نور کا تیل ہے شاعر کی طبیعت میں	
کہ شاعری کو فکر کیا ہے گریبندی ہے زوالِ شاعری یہ ہے کہ پستی ہر بلندی ہے	کہ اس کی پستی مضمون میں بھی مضمر بلندی ہے اکمالِ شاعری یہ ہے بلندی سر بلندی ہے
وہی شاعر ہے جو اک رانی کو پرست بناتا ہے مجازی صورتیں رنگ حقیقت میں دکھاتا ہے	
مجاز اور استعارے سے عبث کوئی بھڑکتا ہے کمر او عدم بھی ہو تو کب رہو بھٹکتا ہے	کوئی کانٹا نہیں تشبیہ ناحق دل کھٹکتا ہے ہیں کیفِ سخن آتا ہے ناصح کیوں بھٹکتا ہے
مزا ملتا ہے ان باتوں میں ان کو جو سخنور ہیں مرصع کا دیبا سب شاہد معنی کا زیور ہیں	
خلافِ فطرت ان باتوں کو گنا نامناسب ہے عطیہ ہے یہ وہی، قدرتی ہر ایک کا سب ہے	کہ یہ فنِ مقدر ہے اس کا ہر ذی مناسب ہے کسے گاہِ زائد وہ نہ اس کو جو تھا سب ہے
ہماری شاعری فعلِ عبث ہو، ہو نہیں سکتی بہی کا بیج گلزارِ سخن میں بو نہیں سکتی	
خدا نے آدمی کو اصل میں پیدا کیا عریاں	طریقِ سترویشی سے بھی تھا واقف نہ وہ ناواں

تو ٹپی، کرتہ، پاجامہ سمیٹ چھپ بن گیا ساں	ہوئے عقل و خرد سے جب مکمل حضرت انساں
	یہ ساں جو بنایا ہی بگاڑا جا نہیں سکتا نہ ہو جب تک لباس گرم جاڑا جا نہیں سکتا
انھیں سے دل کشی ہی حزن معنی کے نظارے میں غرض جو کچھ کہا کم ہی وہ اس صنعت کے بارے میں	ہی سب رنگ ہیں تشبیہ میں اور استعارے میں صراحت کا مزہ ہی ہر کوائے ہر اشارے میں
	قصع سے متفرسادہ لوحی کی نشانی ہے کہ صنایع ازل اس طرز کا بانی مبنی ہے
الاشک قابل نفرت ہی چھوڑ دو لغو گفتاری اسی پر غیر بنتے ہیں۔ یہی ہی باعث خواری	گمراہ وہ قصع ہی جو ہم معنائے مکاری یہ سپودہ سرائی ختم ہونی چاہیے ساری
	لباس اچھا پہننا چاہیے پر ذی وجاہت کو بناؤ سانگ بھر کر تم نہ اصلی شکل و صورت کو
اب ان میں ایشیائی ہوں کہ ہوں وہ پتھر شاعر کہیں مجبور ہی کوئی کہیں کوئی نہیں قاصر	بہت افراط و تفریط ان دونوں ہی طرف ظاہر نہ باتیں ان کی سب بڑے اقوال ان کے سب دائر
	جو باتیں صاف سچی ہوں انھیں کیا کوئی جھٹلا یہ نامکمل کہ خاک آڑنے سے نور مہر چھپ جائے
وہ کیا گل کاریاں جن میں تو گندی عطر افشانی مگر جو اعتدال ایسا نہیں جس کا کہیں ثنائی	بڑی سادگی جس میں ہوش ان جا بہ عریانی نہ بہرہ کی حد کی نہ اچھی یہ فسراوانی
	روش اچھی ہی یہ سب کا یہی دستور ہو جائے دعا ہی سستی احسن یا خدا مشکور ہو جائے
	1۲۶۶۹





CALL No. [ ۸۹۱۵۴۳۱  
۱۵۱۹۵

ACC. NO. ۱۳۱۱۹

AUTHOR

TITLE

۸۹۱۵۴۳۱  
۱۳۱۱۹  
Date / No. / ۱۸-7-82  
3026  
18-7-82



**MAULANA AZAD LIBRARY**  
**ALIGARH MUSLIM UNIVERSITY**

**RULES:—**

1. The book must be returned on the date stamped above.
2. A fine of **Re. 1-00** per volume per day shall be charged for text-books and **10 Paise** per volume per day for general books kept over-due.

